ماہنامہ

المرشد

چکوال

اللہ رسول محمد

نومبر
2003ء

قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّىٰ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّىٰ

القرآن الکریم

ترجمہ

وہ فلاح پا گیا جس نے تزکیہ کر لیا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیا پھر نماز کا پابند ہو گیا۔

اسلامی سربراہ کانفرنس......... مہاتیر محمد کی حق گوئی!

تصوف کیا ھے؟

لغت کے اعتبار سے تصوف کی اصل خواہ صوف ہو اور حقیقت کے اعتبار سے اس کا رشتہ چاہے صفا سے جا ملے، اس میں شک نہیں کہ یہ دین کا ایک اہم شعبہ ہے جس کی اساس خلوص فی العمل اور خلوص فی النیت پر ہے اور جس کی غایت تعلق مع اللہ اور حصولِ رضائے الٰہی ہے۔ قرآن و حدیث کے مطالعے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ اور آثار صحابہؓ سے اس حقیقت کا ثبوت ملتا ہے۔

تصوف کیا نھیں؟

تصوف کے لئے نہ کشف و کرامات شرط ہے نہ دنیا کے کاروبار میں ترقی دلانے کا نام تصوف ہے نہ تعویذ گنڈوں کا نام ہے نہ جھاڑ پھونک سے بیماری دور کرنے کا نام تصوف ہے نہ مقدمات جیتنے کا نام تصوف ہے نہ قبروں پر سجدہ کرنے، نہ ان پر چادریں چڑھانے اور چراغ جلانے کا نام تصوف ہے اور نہ آنے والے واقعات کی خبر دینے کا نام تصوف ہے نہ اولیا اللہ کو غیبی ندا کرنا، مشکل کشا اور حاجت روا سمجھنا تصوف ہے نہ اس میں ٹھیکیداری ہے کہ پیر کی ایک توجہ سے مرید کی پوری اصلاح ہو جائے گی اور سلوک کی دولت بغیر مجاہدہ اور بدون اتباع سنت حاصل ہو جائے گی۔ نہ اس میں کشف والہام کا صحیح اترنا لازمی ہے اور نہ وجد و تواجد اور رقص و سرور کا نام تصوف ہے۔ یہ سب چیزیں تصوف کا لازمہ بلکہ عین تصوف سمجھی جاتی ہیں حالانکہ ان میں سے کسی ایک چیز پر تصوف اسلامی کا اطلاق نہیں ہوتا بلکہ یہ ساری خرافات اسلامی تصوف کی عین ضد ہیں۔

(اقتباس دلائل السلوک)

مولانا اللہ یار خان ؒ مجدد سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

ماہنامہ المُرشد چکوال

بانی: حضرت العلام مولانا اللہ یار خانؒ مجدد سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

سرپرست: حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

نومبر 2003 رمضان المبارک/شوال 1424ء

جلد نمبر 25 ❋ شمارہ نمبر 4

مدیر ——— چودھری محمد اسلم

مجلس ادارت

اعجاز احمد اعجاز ❋ سرفراز حسین

سرکولیشن مینیجر : رانا جاوید احمد

کمپیوٹرڈیزائننگ اینڈ لے آؤٹ

رانا شوکت حیات، محمد ندیم اختر

قیمت فی شمارہ 25 روپے

LRL # 41

اس شمارے میں

1- اداریہ	محمد اسلم	3
2- نور ایمان اور زندگی	امیر محمد اکرم اعوان	4
3- روزہ	آسیہ اعوان	12
4- خالق کا جہان	امیر محمد اکرم اعوان	14
5- وحی لامبدل ہوتی ہے	امیر محمد اکرم اعوان	20
6- جرات رندانہ	ادارہ	25
7- ذکر قلبی کی اہمیت	امیر محمد اکرم اعوان	26
8- تصوف کا حاصل	امیر محمد اکرم اعوان	31
9- تعلق باللہ	امیر محمد اکرم اعوان	39
10- شرف انسانیت	امیر محمد اکرم اعوان	45
11- من الظلمت الی النور	خالد لطیف عباسی	55
12- تصوف کے ثمرات	امیر محمد اکرم اعوان	59
13- مراسلات	ادارہ	64

بدل اشتراک	سالانہ
پاکستان	250 روپے
بھارت / سری لنکا / بنگلہ دیش	
مشرق وسطیٰ کے ممالک	100 ریال
برطانیہ - یورپ	35 اسٹرلنگ پاؤنڈ
امریکہ	60 امریکن ڈالر
فار ایسٹ اور کینیڈا	60 امریکن ڈالر

انتخاب جدید پریس ـ لاہور 042-6314365

ناشر ـ پروفیسر عبدالرزاق

رابطہ آفس = ماہنامہ المُرشد اے۔ٹی۔ایم۔بلڈنگ پل کوریاں، سمندری روڈ، فیصل آباد ـ فون 041-668819

Web Site : www.alikhwan.org.pk

E.Mail : info@alikhwan.org.pk

سرکولیشن آفس = ماہنامہ المُرشد اویسیہ سوسائٹی کالج روڈ ٹاؤن شپ لاہور ـ فون 042-5182727

اپنے مسلمان ہونے پر فخر ہو

میں مسلمان ہوں نہ یہ کہ آج کل مسلمانوں کی طرح کفار سے دب کر معذرت خواہانہ انداز میں کہے کہ جی میں ہوں تو مسلمان ہی۔ بُرائی اور بھلائی سے دینا تو بہر حال عداوت کو بڑھاتا ہے مگر نیکی کی جائے تو اکثر دشمن کو بھی دوست بنا دیتی ہے۔ عمومی زندگی میں مسلمان کے لئے یہ حسن عمل اس کی کامیابی کا راستہ ہے۔ جیسے کسی نے سیدنا ابوبکر صدیقؓ کو بُرا بھلا کہا تو آپ نے فرمایا اگر میں ایسا ہوں تو توبہ کرتا ہوں اللہ مجھے معاف کرے اور اگر تو غلط کہہ رہا ہے تو دعا ہے اللہ تجھے معاف فرمائے۔ یہ نعمت ان لوگوں کو عطا ہوتی ہے جو صبر اختیار کرتے ہیں اور جلد باز نہیں ہوتے اور ایسے لوگ بہت ہی خوش نصیب ہوتے ہیں۔ اور اگر ایسی حالت میں کوئی شیطانی شرارت محسوس ہو یعنی غصہ وغیرہ آنے لگے تو فوراً اللہ کی پناہ حاصل کی جائے اللہ کو یاد کیا جائے کہ وہ ہر حال میں سننے والا بھی ہے اور ہر حال سے واقف بھی۔ یاد رہے کہ یہ قاعدہ

عمومی سُلوک

عمومی زندگی کے لئے ہے اس کا یہ معنی نہیں کہ احکام شرعی پامال ہوتے رہیں اور اہل باطل کو چھوٹ دے کہ مسلمان حُسن سلوک کا بہانہ کرتے ہیں جیسا آج کل اپنے مفاد پہ چوٹ آئے تو فوراً چیخ اٹھتے ہیں اور دین بے شک برباد ہوتا رہے وہاں حُسن سلوک یاد آجاتا ہے۔

یہ شب و روز کا نظام اس کی باقاعدگی اور اس کے اثرات و نتائج اشیاء پر اور انسانی زندگی پر یہ سب اللہ کی عظمت کے دلائل ہیں کہیں اپنی جہالت سے انہی کی عظمت کے اسیر نہ ہو جانا کہ چاند سورج وغیرہ کو سجدہ کرنے لگو بلکہ سجدہ صرف اس ذات کا حق ہے جو سب کی خالق ہے۔

اداریہ

مہاتیر محمد کی حق گوئی

ملائیشیا میں دسویں اسلامی سربراہ کانفرنس کو بیتے ہوئے 10 روز گزر گئے ہیں۔ اس کانفرنس میں وزیراعظم ملائیشیا ڈاکٹر مہاتیر محمد اور پاکستان کے صدر جنرل پرویز مشرف کی تقاریر پر اخبارات و جرائد میں مختلف آرا آ رہی ہیں۔ کچھ اخبارات اور تجزیہ نگاروں کے مطابق مہاتیر محمد اور جنرل پرویز مشرف کی تقریروں نے O.I.C کے سربراہی اجلاس میں جان ڈال دی ہے اور کچھ کے مطابق یہ صرف زبانی دعوؤں تک ہی محدود ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلامی کانفرنس تنظیم نے اپنے قیام سے لیکر اب تک کوئی مثبت رول ادا نہیں کیا لیکن یہ بات برملا کہی جا سکتی ہے کہ پہلی مرتبہ کسی مسلم حکومت کے سربراہ نے O.I.C کے پلیٹ فارم پر کھل کر عالم اسلام کے مسائل پر بات کی ہے۔

مہاتیر محمد نے مسلمانوں کی غلطیوں کے علاوہ ان پر ہونے والے مظالم کی بھی بات کی ہے اور دنیا کو صاف صاف بتایا ہے کہ چند لاکھ یہودیوں نے امریکہ اور یورپ کو غلام بنایا ہوا ہے اور یہ یہودی ان سے اپنے من پسند فیصلوں کے ذریعے سے مسلمانوں پر ظلم و ستم کروا رہے ہیں۔

مہاتیر محمد نے بہت مدلل انداز میں کہا کہ اسلام دشمن طاقتیں ہمیں مار رہی ہیں، ہمارے مقدس مقامات کی بے حرمتی اور ہماری توہین کر رہی ہیں ہمارے ممالک پر قبضہ ہی نہیں بلکہ عوام کو بھوک سے مرنے پر مجبور کیا جا رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اس المناک صورتحال میں ہمیں اپنی صفوں میں اتحاد پیدا کر کے اپنی طاقت و قوت کو بڑھانا ہوگا کیونکہ صرف مذمت کی قراردادیں دشمن کا رویہ نہیں بدل سکتیں۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں اپنے دفاع کیلئے جدید ہتھیار بنانے چاہئیں اور پوری مسلم دنیا کو متحد ہو کر باطل قوت کا مقابلہ کرنا چاہئے۔ مسلمانوں کو مذہبی تعلیم کے ساتھ جدید علوم بھی حاصل کرنے چاہئیں۔

مہاتیر محمد کی اس تقریر پر امریکہ اور یورپ نے شدید ناپسندیدگی کا اظہار کیا ہے حتیٰ کہ امریکی صدر بش نے مہاتیر محمد سے احتجاج کرتے ہوئے کہا کہ ''یہودیوں پر آپ کے ریمارکس میرے عقیدے کے بالکل خلاف ہیں اور آپ یہودیوں کے متعلق انتہائی نفرت انگیز ریمارکس دے رہے ہیں۔''

اس صورت حال پر ہم سمجھتے ہیں کہ مہاتیر محمد نے عام مسلمانوں کے دکھ درد کو محسوس کرتے ہوئے عالم اسلام کو بیدار ہونے کا پیغام دیا۔ مسلم امہ کی بہتری اسی میں ہے کہ وہ مغرب کا مقابلہ کرنے کے لئے جدید تعلیم اور ماڈرن ٹیکنالوجی کو اپنائے تاکہ یہودیوں اور عیسائیوں کے مقابلے کے لئے ہم ہتھیاروں میں آگے ہوں، سوچ میں آگے ہوں۔ یہ بڑی خوش آئند بات ہے کہ امت مسلمہ میں بیداری کی ایک لہر نے جنم لیا ہے اور یہ بیداری کی لہر انشاءاللہ مسلم دشمن عناصر کے عزائم کو خاک میں ملائے گی۔

Mas—d
سعید

نورِ ایمان اور زندگی

ہر متنفس نے موت کا مزا چکھنا ہے۔ فرمایا دنیوی حالات میں خود تبدیل کرتا ہوں۔ تمہیں مال و دولت بھی دیتا ہوں۔ تمہیں بھوک اور افلاس بھی دیتا ہوں اور دونوں طرح سے آزماتا ہوں کہ مال کی کمی یا غربت میں گھبرا کر میری بارگاہ چھوڑ کر' میرے احکام چھوڑ کر' کسی اور کی غلامی تو نہیں کر لیتا دولت میں مست ہو کر میرا نافرمان تو نہیں ہو جاتا۔ انجام کار سب کو پلٹ کر میری بارگاہ میں حاضر ہونا ہے اور یہ حقیقت ہے جو نبی ﷺ نے دلوں میں سمو دی تھی یہی برکات صحابہ کرام نے تابعین' تبع تابعین نے' علمائے حق نے' اہل اللہ نے' اولیا اللہ نے' صوفیا نے' یہی نعمت تقسیم کی

امیر محمد اکرم اعوان

دار العرفان منارہ' ضلع چکوال 19-9-2003

بسم اللّٰہ الرَّحمٰنِ الرَّحیمo

کل نفس ذائقۃ الموتo ونبلو کم بالشر والخیر فتنۃؕ والینا ترجعونo

سورۃ الانبیاء سترہویں پارے میں آیت کریمہ ہے اور ایک ایسی حقیقت یاد دلا رہی ہے جس کا ہم روزمرہ مشاہدہ بھی کرتے ہیں اور کتنی عجیب بات ہے کہ انسان اپنے لئے اس حقیقت کو فراموش کر دیتا ہے۔ فرمایا

کل نفس ذائقۃ الموت o ہر متنفس کو موت کا مزا چکھنا ہے۔ موت کیا ہے؟ دنیوی زندگی کا اختتام اُخروی اور دائمی زندگی کی ابتدا' موت زندگی کا خاتمہ نہیں ہے

موت کو سمجھا ہے غافل اختتام زندگی
ہے یہ شام زندگی صبح دوام زندگی

موت کی حقیقت یہ ہے کہ جیسے یہ انسان اس دنیا کے لئے مرتا ہے اگلی دنیا میں پیدا ہو جاتا ہے یا وارد ہو جاتا ہے۔ یہ دنیا امتحان گاہ ہے آزمائش گاہ ہے فرمایا۔

ونبلو کم بالشرو الخیر o ہم تمہیں اس زندگی میں سختیاں اور مصیبتیں بھی دیتے ہیں والخیر اور آرام' سہولتیں' مال و دولت' عزت وصحت بھی عطا کرتے ہیں۔ دونوں حالات میں انسان آزمائش میں ہے فتنۃ۔ یہ آزمائش ہے مصائب کی سختی یا شدت سے گھبرا کر اللہ کے احکام کو چھوڑ کر غیر اللہ کا سہارا لیتا ہے یا دولت اور مال میں مست ہو کر اللہ کو بھول جاتا ہے اُس کی عظمت کو بھول جاتا ہے اور اپنی من مانیاں

جس کے پاس ذرہ سی طاقت آتی ہے وہ دوسروں کو تباہ کرنے پہ تُل جاتا ہے۔ حالانکہ اصول یہ ہے کہ اللہ کریم کسی کو اگر طاقت عطا فرماتے ہیں تو اُسے دوسروں کے لئے وسیلہ بننا چاہیے۔

کرتا ہے دونوں طرح سے آزمایا جاتا ہے

والینا ترجعون o تمہیں واپس ہماری بارگاہ میں حاضر ہونا ہے۔ موت فنا نہیں ہے جو انسان کو ختم کر دے بلکہ کل نفس ذائقۃ الموت سے ظاہر ہو رہا ہے کہ انسان نہیں مرتا' روح نہیں مرتی' اس لئے کہ ہر متنفس کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔ ذائقہ چکھنے والا فنا نہیں ہوتا اگر موت کے ساتھ روح بھی فنا ہو جاتی تو ذائقہ کون چکھتا یہ تو ایک عارضی زندگی کا اختتام ہے۔

ہماری کوتاہ فہمی کہہ لیجئے۔ غیر دانش مندی کہہ لیجئے کہ ہم اس زندگی کو سب کچھ سمجھ کے اس کے لئے اپنی ساری محنتیں اور کوششیں لگا دیتے ہیں حالانکہ ہم روزانہ دیکھتے ہیں سینکڑوں لوگ مرتے ہیں۔ دفن ہوتے ہیں۔ خاک میں مل جاتے ہیں اور کتنے ایسے ہیں جنہیں قبر نصیب ہی نہیں ہوتی۔ کتنے ایسے ہیں جو آج کل کی بمبارٹمنٹ کا نشانہ بنتے ہیں اور گولوں کے ساتھ ہی فنا ہو جاتے ہیں۔ اور ان دنوں تو جدھر دیکھیں موت کا بازار گرم ہے۔ آج کا انسان درندوں سے زیادہ خطرناک ہو چکا ہے درندے بھی بھوک مٹانے کے لئے چیر پھاڑ کرتے ہیں

لیکن انسان تو انسانیت کا اس طرح قتل عام کئے جا رہا ہے جیسے یہ کسی کو زندہ چھوڑے گا بھی نہیں اور اس کی ہوس ملک گیری اور اپنی بڑائی منوانے کی ہوس مٹتی ہی نہیں۔ جس کے پاس ذرہ سی طاقت آتی ہے وہ دوسروں کو تباہ کرنے پر تُل جاتا ہے۔ حالانکہ اُصول یہ ہے کہ اللہ کریم کسی کو اگر طاقت عطا فرماتے ہیں تو اُسے دوسروں کے لئے وسیلہ بننا چاہئے۔ ذریعہ امن بننا چاہئے۔ دستگیری کا سبب بننا چاہئے۔ مگر یہ تب ہوتا ہے جب اللہ کریم کے ساتھ انسان کا رشتہ ہو اور آخرت پر ایمان ہو اور یہ یقین ہو کہ مجھے اللہ کے حضور جانا ہے۔

نبی ﷺ کی بعثت کے وقت انسانیت کا حال یہ تھا کہ آپ دنیا کے ایک سرے سے شروع ہوں تو دوسرے سرے تک انسانی زندگیوں سے کھیلنا ایک شغل بنا ہوا تھا۔ اب تو صرف بات بات پر قتل ہوتے ہیں۔ اس وقت کے امراء اور حکمران انسانوں پر بھوکے درندے چھوڑ کر تماشہ دیکھا کرتے۔ آج بھی وہ فلمیں دکھائی جاتی ہیں اُن باتوں کو بیان کیا جاتا ہے کہ جب امراء اور روٗسا غلاموں کو آپس میں لڑا کر تماشا دیکھتے تھے اور وہ لڑائی زندگی اور موت کی ہوتی تھی۔ ایک بچتا تھا دوسرا قتل ہو جاتا تھا۔ انسانوں نے کھیل ایسے ایجاد کئے تھے جس میں ایک کا مرنا یقینی تھا ہار جیت ہی زندگی اور موت کی تھی۔ جو مر گیا ہار گیا۔ جو جیت گیا وہ زندہ رہا۔

وسط ایشیائی اقوام میں ہر طاقتور ہر کمزور کو لوٹ لیتا تھا اور لوٹنا اپنا حق سمجھتا تھا۔ افریقہ میں آسٹریلیا میں ایسے قبائل بکثرت موجود تھے جو انسانوں کا شکار کر کے انسانوں کو کاٹ کا کھا جاتے۔ یورپین اقوام جنگلوں میں غاریں بنا کر رہتے تھے امریکہ اُس سے بھی گیا گزرا تھا مغربی اقوام کا ذکر جب تاریخ میں آتا ہے تو The wiled wiled west لکھتے ہیں دو دفعہ Wiled لکھتے ہیں۔ یعنی وحشی وحشی مغرب۔ اور اُس عہد کی جو فلمیں بنائی جاتی ہیں اور جو

> **نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے اتنا بڑا انقلاب برپا فرمایا کہ جو لوگ ایک دوسرے کی جان کے پیاسے تھے وہ ایک دوسرے پر جان نثار کرنے والے بن گئے۔**

دکھایا جاتا ہے تو آدمی لرز اٹھتا ہے۔ یہاں برصغیر میں پتھر کی مورتیوں کو خوش کرنے کے لئے انسانوں کو ذبح کیا جاتا تھا۔ خواتین کو زندہ جلا دیا جاتا تھا۔ ہر طرف قتل وغارت کا بازار گرم تھا اور قرآن حکیم نے اُسے اس طرح سے ارشاد فرمایا۔

وکنتم اعداءً o اے لوگو! تم تو صرف دشمن تھے۔ تم اِس قدر انسانیت سے دور ہو گئے تھے کہ تم صرف دشمن تھے ہر کوئی دوسرے کی جان لینے کے درپہ تھا۔ یہ تو بعثت محمد رسول اللہ ﷺ کا کرشمہ ہے کہ فالف بین قلوبکم o جنھوں نے تمہارے دلوں میں الفت کا بیج بو دیا اور تمہیں محبت سے آشنا کر دیا۔ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے اتنا بڑا انقلاب برپا فرمایا کہ جو لوگ ایک دوسرے کی جان کے پیاسے تھے وہ ایک دوسرے پر جاں نثار کرنے والے بن گئے تو اُس کی بنیاد کیا تھی؟ کس ذریعے سے لوگوں میں یہ تبدیلی آئی۔ اتنی بڑی تبدیلی کہ اپنے جس راستے پر جا رہے تھے اُس سے سو فیصد پلٹ کر دوسرے راستے پر چل پڑے۔ یہ کس لئے آئی۔ آقائے نامدار ﷺ کا کمال یہ تھا کہ جس کو بھی نورِ ایمان نصیب ہوا۔ آپ ﷺ نے اُسے اللہ کے حضور کھڑا کر دیا۔ کسی کو اس بات پہ نہیں رکھا کہ تم مجھے سجدہ کرو۔ میں اللہ کو سجدہ کرتا ہوں کسی سے یہ نہیں فرمایا کہ تم مجھ سے مانگا کرو میں اللہ سے مانگوں گا بلکہ جسے نورِ ایمان نصیب ہوا آپ ﷺ نے اُسے اللہ کے حضور کھڑا کر دیا اور فرمایا میں بھی اللہ کی عبادت کرتا ہوں تم بھی اللہ کی عبادت کرو میں بھی اللہ سے لیتا ہوں تم بھی اللہ سے لو اور اللہ سے بات کرنے کا اللہ کے حضور پہنچنے کا سلیقہ سکھا دیا۔ جس بندے کے دل میں تجلیات باری آئیں اس کی نظریں اتنی روشن اور اتنی کھل گئیں کہ اُسے دنیا کا اور اپنی برائی کا انجام نظر آنے لگا اور عظمت الٰہی سے واقف ہو کر وہ اپنی خدائی منوانے کی بجائے اللہ کی عظمت منوانے کے لئے اُس راستے پہ چل نکلا اور عذاب الٰہی بننے کی بجائے لوگوں کے لئے رحمت الٰہی بنا۔ یہ

آقائے نامدار ﷺ کی ذاتِ کریم بھی جس نے اتنی محبتیں بانٹیں کہ ڈاکو، چور، لٹیرے، بھی اپنا مال لٹا کر خوش ہوتے تھے اور اپنی گرہ سے دوسروں کو دے کر اور اللہ کی راہ میں خرچ کر کے خوش ہوتے تھے۔ دوسروں کے حقوق کے تحفظ کے لئے اپنی جانیں دیتے تھے۔ مظلوموں کو ظلم سے بچانے کے لئے اپنی جانیں نثار کرتے تھے۔ اس کا سبب یہی تھا کہ حضور اکرم ﷺ نے بندوں کو اللہ کے حضور کھڑا کر دیا اور انہیں آخرت پر وہ یقین نصیب ہو گیا جو دنیوی زندگی کو تبدیل کرنے کے لئے ضروری ہے۔

اب جوں جوں وقت گزرا۔ دنوں، سالوں، صدیوں کے فاصلے بڑھتے گئے یہ بدقسمتی ہے کہ ہم مرورِ زمانہ کا یا صدیوں کے فاصلوں کا شکار ہو گئے۔ ورنہ برکات محمد رسول اللہ ﷺ آج بھی اُسی طرح برس رہی ہیں جس طرح حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے زمانے میں برسا کرتی تھیں۔ ختم نبوت کا حقیقی نکتہ ہی یہ ہے کہ آپ ﷺ نے مبعوث ہو کر ہمیشہ کے لئے انسانیت کو کسی نئے نبی کی ضرورت سے فارغ کر دیا یعنی کسی بھی زمانے میں کوئی ایسی ضرورت نہیں آئے گی کہ نیا نبی مبعوث فرمایا جائے۔ اس لئے کہ آپ ﷺ کی برکات ہمیشہ اُس طرح تقسیم ہوتی رہیں گی، جس طرح زمانہ اقدس میں تقسیم ہوتی تھیں۔ جس طرح دنیوی حیات میں حضور اکرم ﷺ نبی اور اللہ کے آخری رسول تھے اُسی طرح انہی برکات کے ساتھ آج بھی آپ ﷺ ہی نبی اور اللہ کے آخری رسول ہیں اور آفتاب رسالت اُسی قوت سے چمک رہا ہے جس قوت سے حضور ﷺ کی دنیوی زندگی میں چمکا کرتا تھا۔

لیکن دنیا کے حالات شاید واپس پھر اُس جگہ چلے گئے کیوں؟ حالات کے سنورنے کا سبب تھا اتباع محمد رسول اللہ ﷺ۔ آپ ﷺ کی غلامی، آپ ﷺ کی اطاعت، آپ ﷺ کے ساتھ ایمان۔ آپ ﷺ کی برکات کی وجہ سے

جسے نور ایمان نصیب ہوا آپ ﷺ نے اُسے اللہ کے حضور کھڑا کر دیا اور فرمایا میں بھی اللہ کی عبادت کرتا ہوں تم بھی اللہ کی عبادت کرو۔

جو حضور الٰہی نصیب ہوا اُس نے انسانوں کو بدل دیا لیکن جب ہم نے اپنی خواہشات میں اور دنیا کی رونق میں گم ہو کر اتباع رسالت چھوڑ دی۔ اللہ کی عبادت ہمیں بوجھ معلوم ہونے لگی۔ حلال پر قناعت کرنے کی بجائے ہمیں لالچ نے گھیرا اور ہم حرام کی طرف لپکے پھر دنیا کا ایک بہت بڑا حصہ نورِ ایمان سے محروم ہو گیا۔ اب کافر دنیا کو اگر غور سے دیکھا اور پڑھا جائے تو جو تصویر انسان کی بنتی ہے وہ بڑی ڈراونی ہے۔ پوری کافر دنیا میں آج آبرو نام کا لفظ نہیں ملتا۔ پوری غیر مسلم دنیا میں آج عزت نام کی کوئی چیز باقی نہیں ہے۔ باپ بیٹے، بہن بھائی اور ماں بیٹی کا رشتہ باقی نہیں ہے۔ رشتوں کا تقدس باقی نہیں ہے۔ ایک ہوسِ ملک گیری ہے۔ انسان انسانی خون کا پیاسا ہے اور جتنی طاقت اُس کے پاس آتی ہے اُسے دنیا کو تباہ کرنے پہ لگایا جا رہا ہے۔

کتنے مزے کی بات ہے کہ آج کے انسان کا فلسفہ یہ ہے کہ وہ ظلم کو مٹانے کے لئے مزید ظلم کر رہا ہے۔ یعنی ایک ملک کو آپ نیست و نابود کر دیتے ہیں اور اُس پر کروڑوں ٹن آپ بارود برسا دیتے ہیں اور لاکھوں کروڑوں بم برسا دیتے ہیں۔ مرد، عورتیں، بچے، بوڑھے، بے گناہ جانور، ہر چیز تباہ ہو جاتی ہے اور کہتے ہیں کہ ہم امن قائم کر رہے ہیں۔ یعنی قیامِ امن کا کیا عجیب اصول ہے کہ سب کو گولی سے اڑا دیا جائے اور امن قائم ہو جائے گا۔ کبھی ظلم کے نتیجے میں امن قائم ہوتا ہے۔ ظلم کو ختم کرنے کے لئے عدل کی ضرورت ہوتی ہے۔ ظلم سے تو ظلم ختم نہیں ہوتا۔ یہ حال تو اُن لوگوں کا ہے جو ایمان سے محروم ہیں اور ایسے ہی ہونا چاہئے تھا۔ وہ انسان نہیں رہ سکتے انہیں بھیڑیا اور خون خوار درندوں کا رول ہی ادا کرنا ہے۔

سوال تو یہ ہے کہ روئے زمین پر جو لوگ اپنے مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اُن کا کردار کیا ہے؟ تو اکثریت مسلمانوں میں بھی وہ ہے جو قومی مسلمان ہیں کہ ہم مسلمانوں کے گھر پیدا ہوئے اور مسلمانوں کی مردم شماری میں آ گئے لہٰذا دو گروپ ہیں ایک کافروں کا، ایک مسلمانوں کا ہم مسلمانوں کے گروپ میں یا گروہ

میں ہیں۔ حالانکہ اسلام کسی گروہ میں شامل ہونے کا نام نہیں ہے اسلام ہر فرد کا ذاتی معاملہ ہے۔ ہوسکتا ہے باپ مسلمان ہو بیٹا نہ ہو۔ ہوسکتا ہے بیٹا مسلمان ہو اور باپ نہ ہو۔ ہوسکتا ہے دو بھائی ہیں ایک مسلمان ہو ایک نہ ہو۔ مسلمان وہ ہے جسے اللہ کی توحید پر آقائے نامدار ﷺ کی رسالت پر آخرت پر فرشتوں پر جنت دوزخ پر حساب کتاب پر یقین محکم حاصل ہو۔ ایسا یقین جو اُس کی زندگی کے امور کو متاثر کرتا ہے۔ ایسا یقین کہ جو وہ کام کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو وہ یقین اُسے روک لیتا ہے کہ کیا یہ کام اللہ کے حکم کے مطابق ہے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے کرنے کی اجازت دی ہے تو کر گزرتا ہے۔ نہیں دی تو نہیں کرتا یہ تو اسلام ہے اور اگر آدمی ہر کام اپنی پسند سے کرتا ہے۔ حلال حرام میں بھی تمیز نہیں کرتا۔ عبادت کو بوجھ سمجھتا ہے ایمان کا اندازہ اس بات سے ہو جاتا ہے۔ ہر بندہ اپنا اندازہ کرسکتا ہے آپ میرا نہیں کر سکتے میں آپ کا نہیں کر سکتا۔ آپ بھی میرے ساتھ نماز ادا کریں گے۔ میں بھی دو فرض پڑھوں گا۔ اب کس کو کتنا یقین حاصل ہے کہ میں اللہ کے حضور دست بستہ کھڑا ہوں۔ جتنا یہ یقین ہے اتنا وہ مسلمان ہے اور اگر رسم پوری کر رہا ہے تو پھر یہ حضوری اُس کی زندگی کے امور پر اثر انداز ہو۔ یہ نہیں کہ نماز سے فارغ ہوئے تو آزاد ہو گئے۔ اب اگر ایک وقت کی نماز سے فارغ ہوا ہے تو دو ڈھائی تین گھنٹے بعد اُسے پھر بارہ گاہ الوہیت میں حاضر ہونا ہے اب یہ درمیانی جو وقفہ ہے کیا اُس میں وہ اللہ کی اطاعت پہ کار بند ہے یا نافرمانی کر رہا ہے۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ اللہ یہ یقین نصیب کردے کہ میں اللہ کے حضور کھڑا ہوں۔ تو کیا نماز بوجھ لگتی ہے؟ ایک ذرہ ناچیز اللہ کے حضور پیش ہونے کو بوجھ سمجھتا ہے وہ اللہ جو کائنات کا خالق و مالک ہے۔ جو رب العلمین ہے سارے جہانوں کو پال رہا ہے۔ وہ اللہ جس کے حضور ہم

> **حلال پر قناعت کرنے کی بجائے ہمیں لالچ نے گھیرا اور ہم حرام کی طرف لپکے پھر دنیا کا ایک بہت بڑا حصہ نور ایمان سے محروم ہو گیا۔**

نے واپس جا کر اپنا حساب دینا ہے۔ جس کی بارگاہ میں کھڑے ہو کر ثابت کرنا ہے کہ ہم تیرے اور تیرے نبی ﷺ کے اطاعت گزار تھے۔ کہیں لغزش ہوئی تو بتقاضائے بشریت ہوئی اور تیرا کرم عام ہے ہمیں معاف فرما دے لیکن ہم نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی کہ ہم تیری اطاعت کریں۔ تیرے نبی ﷺ کی اطاعت کریں۔ تیری کتاب کے احکام کو مان کر چلیں۔

ہم دنیا میں بعض لوگوں کو اقتدار میں دیکھتے ہیں ایک معمولی سا سرکاری افسر بھی کسی کو اذن باریابی دے دے تو وہ کتنا خوش ہوتا ہے۔ دوسروں پہ اتراتا ہے کہ میرا تو فلاں کے ساتھ تعلق ہے کبھی اس ملاقات کو کوئی بوجھ سمجھتا ہے۔ اگر یہ یقین ہو کہ میں اللہ کے حضور پیش ہو رہا ہوں اور براہ راست رب العالمین سے اپنی درخواست پیش کر رہا ہوں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ نمازی کے سامنے سے نہ گزرو اس لئے کہ فانه، يناجى ربه، وہ اپنے پروردگار سے سرگوشیاں کر رہا ہے۔ اپنے دل کی بات کہہ رہا ہے۔ تو درمیان میں مت آؤ۔ فرمایا الصلوٰۃ معراج المومنین. او کما قال رسول اللہ ﷺ کہ مومن کے لئے یہ معراج کا لمحہ ہے جب وہ سر زمین پہ رکھ کے سبحان ربی الا علی کہتا ہے جب وہ اللہ اکبر کہہ کے سارے جہان سے الگ ہو کر اللہ سے محو گفتگو ہو جاتا ہے ایک تکبیر ہر چیز کو کاٹ کر الگ کر دیتی ہے۔ نہ وہ کسی کا باپ ہے۔ نہ کسی کا بھائی ہے۔ نہ اُس کا گھر ہے۔ نہ جائیداد ہے۔ صرف اُس کا رب ہے اور وہ ہے۔ اللہ سے بات کر رہا ہے اگر یہ یقین ہو کہ میں جب اللہ اکبر کہتا ہوں تو میں اللہ کے حضور پیش ہو جاتا ہوں تو کیا وہ زندگی بدل نہ دے۔ بندے کی اصلاح کے لئے یہی ایک بات کافی نہیں ہے کہ اُس کی زندگی کے سارے امور بدلتے چلے جائیں کہ ابھی ابھی میں اللہ کے حضور پیش ہوا ہوں عصر کے وقت مجھے پھر بارگاہ الوہیت میں پیش ہونا ہے۔ سورج ڈوبے گا تو مجھے پھر اللہ کے حضور پیش ہونا ہے۔ سونے سے پہلے پھر میری اللہ کی بارگاہ میں حاضری ہے۔ اور سو کر اٹھوں گا تو پھر پہلا کام یہی

ہے کہ میں اللہ کے حضور حاضر ہوں پھر دنیوی امور کے لئے نکلوں گا تو یہ لمحے لمحے کی ملاقات سے بڑا کوئی مقام انسان سوچ سکتا ہے کہ وہ براہ راست اللہ سے بات کرے۔

ہم جو مقام و مرتبے تلاش کرتے رہتے ہیں اس سے بڑا بھی کوئی مرتبہ ہے کہ ایک آدمی وہ غریب ہو‘ وہ فقیر ہو‘ اُس کا لباس سستا ہو‘ اُس کے جوتے ٹوٹے ہوئے ہوں‘ اُس نے کچھ کھایا یا نہیں‘ اُس کے پاس کچھ کھانے کو ہے یا نہیں‘ لیکن اُس کی اہمیت یہ ہے کہ اللہ کی بارگاہ کا دروازہ دن میں پانچ مرتبہ اُس کے لئے کھولا جاتا ہے اور اُسے بلایا جاتا ہے۔ کہ آؤ اللہ کریم کے حضور پیش ہو جاؤ۔ وہ جسم کو پاک کرتا ہے۔ لباس کو پاک کرتا ہے ہاتھ منہ دھوتا ہے۔ وضو درست کرتا ہے۔ پاکیزہ ہو کر براہ راست اللہ سے اپنی بات کرتا ہے۔ اللہ کی تعریف کرتا ہے۔ اپنے یقین کی بات کرتا ہے۔ پھر اللہ سے تمام امور کے لئے مدد چاہتا ہے۔ الحمدللہ رب العلمین o سب تعریفیں‘ سب خوبیاں‘ اللہ کے لئے ہیں۔ الرحمن الرحیم o رب العلمین ہے سب سے بڑا رحمٰن ہے۔ سب سے بڑا رحیم ہے۔ مٰلک یوم الدین۔ ایسے دن کا مالک ہے جس دن کوئی اپنی بادشاہی کا اعلان نہیں کرے گا۔ دنیا حاضر ہوگی۔ بڑے بڑے شہنشاہ اور بڑے بڑے سلاطین اور فرمانروا بھی ہوں گے اور پکار کر پوچھا جائے گا۔

لمن الملک الیوم o آج بتاؤ حکومت کس کی ہے؟ کون حکمران ہے کس میں جواب دینے کی سکت نہیں ہوگی بارگاہ الوہیت سے ہی آواز آئے گی۔ للہ الواحد القھار۔ حکومت صرف اللہ کے لئے ہے۔ جو اکیلا ہے اور جو سب پر غالب ہے۔

بندہ اقرار کرتا ہے مٰلک یوم الدین o تو وہ قادر مطلق ہے۔ یوم الدین کا مالک ہے۔ پھر اپنی بات کرتا ہے۔ ایاک نعبد ایاک نستعین o کمال ہے اکیلا، اللہ

....

قیام امن کا کیا عجیب اصول ہے کہ سب کو گولی سے اڑا دیا جائے تو امن قائم ہو جائے گا۔

....

کی تعریف کیے جا رہا تھا۔ الحمد للہ رب العلمین o رب العلمین ہے سب خوبیاں سب کمال اُس کے لئے ہیں۔ الرحمن الرحیم۔ رحمٰن ہے۔ رحیم ہے۔ اکیلا کھڑا ہے۔ مٰلک یوم الدین o قیامت کے دن کا مالک ہے۔ رب بھی اکیلا کھڑا ہے۔ آگے گزرتا ہے تو جمع کا صیغہ آ جاتا ہے۔

ایاک نعبد ، اعبد تو نہیں کہتا کہ میں تیری عبادت کرتا ہوں۔ ہم سب تیری عبادت کرتے ہیں۔ اب ایک جملے میں وہ اکیلا بندہ اُس صف میں شامل ہو جاتا ہے۔ جتنے جہان میں اللہ کی عبادت کرنے والے ہیں۔ فرشتے اللہ کی عبادت کرتے ہیں۔ اللہ کے نبی‘ اللہ کے رسول‘ اللہ کی عبادت کرتے ہیں۔ انبیاء علیھم السلام کے صحابہ اللہ کی عبادت کرتے ہیں شہدا و صالحین اور اللہ کے نیک بندے اور اہل علم اللہ کی عبادت کرتے ہیں۔ یہ اب تک اکیلا کھڑا تھا۔ اللہ کے لئے سب تعریفیں ہیں وہ تمام جہانوں کا مالک ہے۔ رحمٰن ہے‘ رحیم ہے‘ مہربان ہے‘ کریم ہے‘ قیامت کے دن کا مالک ہے رب اب اکیلا نہیں آگے ہوتا۔ اب سب میں شامل ہو جاتا ہے کہتا ہے۔ ایاک نعبد o ہم سب تیری ہی عبادت کرتے ہیں۔ صرف تیری عبادت کرتے ہیں اور ہم سب۔ اب اس ایک ہم نے اس کو اُن لوگوں میں شامل کر دیا۔ اُن صفوں میں شامل کر دیا۔ جو اللہ کی عبادت کرنے والے تھے۔ اب اس سے بڑا درجہ انسان کے لئے کیا ہے اور پھر کہتا ہے۔

و ایاک نستعین o ہم سب صرف تیری ہی مدد چاہتے ہیں۔ تو ہمارے ساتھ ہے تو سارا کام درست ہے۔ تو راضی ہے تو سب کام صحیح ہے۔ سب مشکلیں بھی حل ہو جائیں گی۔ سب پریشانیاں بھی گزر جائیں گی۔ سب ٹھیک ہے اگر تو خوش ہے۔ ایاک نستعین o صرف تجھ سے مدد چاہتے ہیں۔ پھر بھی اپنی کمزوری کا احساس رکھتا ہے۔

اھدنا الصراط المستقیم o تو قادر ہے ہم سب کو سیدھے راستے پہ قائم رکھ۔

صراط الذین انعمت

علیھم ٥ اُن لوگوں کا راستہ جن پر تو نے ہمیشہ انعام کیا۔

غیر المغضوب علیھم ولا الضالین ٥ اور جو لوگ گمراہ ہو گئے یا تیرے غضب کا شکار ہوئے اللہ اُن کے راستے سے ہمیں بچالے۔ اس مصیبت سے بچالے۔

کیسا عجیب انسان ہے کہ ہر رکعت میں اس کو دہراتا ہے اور یہ سورۃ امت محمد ﷺ کو عطا ہوئی۔ اللہ کا انعام ہے جب یہ سورت نازل ہوئی تو سیرت کی کتابوں میں موجود ہے کہ شیطان ریت پر لیٹتا تھا اور سر میں خاک ڈالتا تھا کہ جو بندہ دن میں پانچ نمازیں پڑھے گا۔ ایک ایک نماز میں متعدد رکعتیں پڑھے گا اور ہر رکعت میں یہ اللہ سے وعدہ وعید بھی کرے گا میں اُس کا بگاڑوں گا کیا؟ میرے قابو کہاں آئے گا۔

اُس نے یہی نکالا کہ ان لوگوں کو اس سے دور کردو۔ یہ پڑھیں گے ہی نہیں اور یہ پڑھنے کے لئے کسی وظیفے چلّے کی ضرورت نہیں ہے۔ یقین چاہیے یہ میں اس لئے عرض کر رہا ہوں کہ میرے پاس پتہ نہیں کتنے خط آتے ہیں آج بھی ڈاک میں دو خط ایسے تھے کہ کوئی مجھے وظیفہ بتائیں کہ میں نمازی ہو جاؤں۔ کیا عجیب کمال ہے؟ اگر وظیفوں سے ”جادو ٹونے سے“ نمازیں رب نے پڑھوانا ہوتیں تو عادتاً جس طرح کھانے کی بھوک لگتی ہے۔ نماز کی بھی بھوک لگ جاتی عادتاً بندہ پڑھتا رہتا۔ جس طرح نیند غالب آجاتی ہے عادتاً سو جاتا ہے اُسی طرح نماز کی بھی عادت ڈال دیتا۔ عادتاً تو پڑھنی نہیں ہے نماز کی بنیاد تو وہ یقین ہے۔ کوئی وظیفہ چلّہ، نہیں ہے وہ یقین ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ نے بانٹا اور بندوں کو اللہ کے روبرو کھڑا کر دیا اور انہیں وہ یقین حاصل ہو گیا کہ ہم اللہ کے حضور کھڑے ہیں۔

ایران کے خلاف ایک مہم میں ایک شاہی خاندان کا شہزادہ ایک صحابی کے ہاتھوں ہلاک ہوا اور جب وہ گرا تو اُس کے سر پہ ہیروں کا تاج تھا۔ جو بہت قیمتی تھا۔ سونے کا تاج تھا۔ اُس میں بے شمار ہیرے جڑے ہوئے تھے۔ اُس نے دیکھا گھوڑے دوڑ رہے ہیں اور ہر طرف جنگ کا عالم جو ہے ہر چیز مسلی جا رہی ہے تو اُس نے وہ تاج اٹھا لیا اور اپنی بغل میں لیا امیر لشکر کے پاس گیا۔ کہا' یہ گھوڑوں کے نیچے آ کر، پاؤں کے نیچے آ کر تباہ ہو جائے گا۔ بہت قیمتی ہے اور ہیرے خاک میں مل جائیں گے اور انہیں دے کر پلٹا کہ جلدی اپنی جگہ پہنچوں۔ اپنے حصے کا جہاد کروں تو انہوں نے پیچھے سے پکار کر کہا کہ مجھے اپنا نام تو بتاتے جاؤ۔ تم ہو کون؟ اُس نے کہا جس کی خاطر میں نے یہ تاج جمع کرایا ہے اُسے میرے نام کا پتہ ہے۔ آپ کی رضا مندی کے لئے نہیں میں نے دیا اور جس کی رضا مندی کے لئے دیا ہے وہ مجھے جانتا ہے۔

اگر یہ یقین ہو کہ میں جب اللہ اکبر کہتا ہوں تو میں اللہ کے حضور پیش ہو جاتا ہوں تو کیا وہ زندگی بدل نہ دے گی

یقین یہ تھا کہ میرا رب میرے ساتھ ہے مجھے دیکھ رہا ہے۔

یہی یقین' نور یقین محمد رسول اللہ ﷺ نے بانٹا تھا آج ہم اس یقین سے اس قدر بیگانہ ہیں کہ قرآن کریم یاد دلا رہا ہے۔ کل نفس ذائقۃ الموت ٥ ہر متنفس کو مرنا ہے یہ آیت کیوں نازل ہوئی اللہ کو علم تھا کہ لوگ پھر غفلت کا شکار ہو جائیں گے۔ انہیں پھر ضرورت ہوگی کہ انہیں یاد کرایا جائے۔ اب ہم اپنے ہاتھوں بندوں کو دفن کرتے ہیں قبر کھود رہے ہوتے ہیں باتیں دنیا کی ہوتی ہیں۔ اُس وقت بھی ہم کوئی کلمہ' درود نہیں پڑھ رہے ہوتے۔ وہ اپنی دنیا کے مسلئے دو چار ٹولی بنا کر بیٹھے ہوتے ہیں۔ یہ پتہ نہیں ہوتا کہ یہ باری میری بھی ہو سکتی ہے۔ اس کے بعد اگلی قبر شاید میری ہوگی۔

ایک بڑا عجیب واقعہ ساتھی ایک سنایا کرتا ہے اور وہ ابھی حیات ہیں وہ کہنے لگے ہم بھون سڑک درست کر رہے تھے۔ بھون شہر کے ساتھ قبرستان ہے وہ قبریں بنانے والے بناتے بناتے تقریباً سڑک کے ایریا میں آگئے ہیں۔ پکی سڑک سے جو چھوٹا سا فٹ پاتھ سا بچتا ہے اُس

کے ساتھ قبریں ہیں۔ تو ایک آدمی مٹی کھود کھود کر سڑک درست کر رہا تھا جو سائیڈ ساتھ کچا حصہ ہوتا ہے اُس پہ مٹی ڈال رہا تھا تو ایک قبر کے ساتھ اُس نے مٹی کھودی اور اُس صاحب قبر سے مذاق کیا۔ کہ بھئی ذرہ ٹانگیں سمیٹ لو ہمیں یہاں سے مٹی اٹھانی ہے۔ وہ کہتے ہیں رات کو ہارٹ اٹیک ہوا مر گیا اور دوسرے دن اُس کے ساتھ والی قبر اُس کی تھی۔

دنیا میں اتنے عبرت کے مقام آتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں ہم حیران تھے کہ دیکھو کل اُسے کہہ رہا تھا کہ اپنی ٹانگیں سمیٹو آج خود وہیں آ گیا۔ تو یاد دلایا جا رہا ہے کہ تم سب کے لئے موت مقرر ہو چکی ہے۔ تاریخ نکلنے کی بات ہے۔ جس کی جب نکلے گی موت واقع ہو جائے گی۔ تو یہ جو تھوڑا سا وقفہ ہے زندگی اور موت کے درمیان اس میں اپنا رشتہ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ سے کیوں توڑتے ہو؟ دوسرے کی دولت دیکھ کر لالچ نہ کرو وہ قادر ہے جب چاہے گا تمہیں بھی دے دے گا۔ دولت کے ساتھ اُس کے اپنے دُکھ ہوتے ہیں اور مفلسی کے ساتھ اُس کے اپنے دُکھ ہوتے ہیں۔ غربت کے دُکھ اور تکلیفیں کم ہوتی ہیں اور دولت کے دُکھ اور تکلیفیں زیادہ ہوتی ہیں۔ یہ مت بھولو یہ بڑی عجیب بات ہے اور الحمدللہ میرا تو یہ زندگی کا تجربہ ہے۔

میں نے انتیس روپے ماہوار پر نوکری کی ہے انتیس روپے کیا چیز ہوتی ہے؟ اُس وقت میں ہی نہیں ساری دنیا کرتی تھی اور پھر میں نے آٹھ نو نو لاکھ مہینے میں مزدوروں اور ملازموں کو تنخواہ دی ہے۔ ذاتی اعتبار سے جتنے آرام میں میں اُس وقت تھا جب میں انتیس روپے لیتا تھا وہ آرام مجھے نو لاکھ گھر سے تنخواہ دے کر نہیں ملا۔ میں فارغ بھی ہوتا تھا مزے سے دن کو سوتا بھی تھا۔ رات کو بھی آرام کرتا تھا۔ کوئی فکر نہیں ہوتا تھا۔ نماز پڑھی اللہ اللہ کیا اور آرام کیا۔ اور جب لاکھوں گھر سے دینے والے ہیں اور اُس مقام پر بیٹھے ہیں تو بات کرنے کی فرصت نہیں ہے۔ بچوں سے بھی بات

دنیا میں اتنے عبرت کے مقام آتے ہیں ہم حیران تھے کہ دیکھو کل اُسے کہہ رہا تھا کہ اپنی ٹانگیں سمیٹو آج خود وھیں آگیا

کرنے کو ترس جاتے ہیں۔ امور نے اتنا الجھا لیا ہے کہ رات بارہ ایک بج جاتے ہیں۔ ٹیلی فون سنتے سنتے اور ای میل پڑھتے پڑھتے، صبح شروع ہو جاؤ تو شام تک پھر وہی سلسلہ وہ کام رہتا ہے۔ وہ باقی ہے، وہ باقی ہے۔

یہ اللہ کا احسان ہے کہ اُس نے اپنی یاد کی توفیق دے رکھی ہے۔ ورنہ اپنے لئے بھی وقت نہیں بچتا۔ بیمار ہو جاتا ہوں تو ہسپتال نہیں جاتا۔ گریز کرتا ہوں کہ جتنا وقت بچ سکے ہسپتال سے بچایا جائے تو وہ وقت اچھا تھا یا یہ اچھا ہے۔ یہ دولت جمع کرنا۔ خواہ مخواہ الجھائے رکھنا دولت کے ساتھ اتنی مصیبتیں ہیں جتنی غربت کے ساتھ نہیں ہیں۔ غریبی میں تو شاید ہزار گناہ کرنے کو دل چاہے تو بندے کو جرات نہیں ہوتی تو بچ جاتا ہے۔ دولت مند کے پاس تو وسائل جمع ہو جاتے ہیں۔ اور نتیجہ تو موت ہے شہنشاہ کے لئے بھی وہی دو گز زمین ہے اور فقیر کے لئے بھی وہی۔ سونے کا تابوت بنا دو تو بھی زمین میں گاڑنا پڑے گا اور بغیر کفن کے دفنا دو تو وہ بھی مٹی میں دفن ہو جائے گا۔ یہ حقیقت پھر یاد کرائی جا رہی ہے۔ کل نفس ذائقۃ الموت۔ ہر متنفس نے موت کا مزا چکھنا ہے۔ فرمایا دنیوی حالات میں خود تبدیل کرتا ہوں۔ تمہیں مال و دولت بھی دے دیتا ہوں۔ تمہیں بھوک اور افلاس بھی دے دیتا ہوں اور دونوں طرح سے آزماتا ہوں کہ مال کی کمی یا غربت میں گھبرا کر میری بارگاہ چھوڑ کر، میرے احکام چھوڑ کر، کسی اور کی غلامی تو نہیں کر لیتا دولت میں مست ہو کر میرا نافرمان تو نہیں ہو جاتا۔ انجام کار سب کو پلٹ کر میری بارگاہ میں حاضر ہونا ہے اور یہ حقیقت ہے جو نبی ﷺ نے دلوں میں سمو دی تھی یہی برکات صحابہ کرام نے تابعین، تبع تابعین نے، علمائے حق نے، اہل اللہ نے، اولیاء اللہ نے، صوفیا نے، یہی نعمت تقسیم کی۔

یاد رکھو! آج جب پیری مریدی ایک رسم بن گئی ہے۔ پیروں کو پیسوں میں تولنا ایک رسم بن گئی ہے آج بھی پیری مریدی سے حاصل یہی ہے کہ پیر کے سینے میں نور یقین ہو اور کوئی اُس کے پاس بیٹھے تو اُسے نور یقین کا کوئی حصہ وصول ہو جائے۔ اور یہ نہ ملے تو پھر پیری مریدی کی مصیبت سر ڈالنے کی ضرورت نہیں ہے۔ امور

دنیا تو کافروں کے بھی ہو رہے ہیں۔ اُس کے لئے پیر کی کیا ضرورت ہے؟ جو اسلام نہیں لاتا اُن کے بچے پیدا نہیں ہوتے۔ جو مسلمان نہیں ہیں اُن کے پاس دولت نہیں ہے۔ دنیا کے سارے کام تو جو کافر ہے اُس کے بھی ہو رہے ہیں تو پھر جسے ایمان نصیب ہے اُسے ایک پیر کی مصیبت سر مڑھنے کی کیا ضرورت ہے؟ پیر اس لئے ہے کہ وہ جذبات' کتابوں میں نہیں ملتے کتابوں میں الفاظ ملتے ہیں۔ بات ملتی ہے۔ جذبات نہیں ملتے۔ کیفیات نہیں ملتیں' وہ کیفیات جو آقائے نامدار ﷺ نے دلوں میں سمو دی تھیں اُن کیفیات کا کوئی ذرہ نصیب ہو جائے اور جہاں سے نصیب ہو جائے وہی پیر ہے۔ یہ یقین حاصل ہو جائے کہ میں واقعی اللہ کے حضور کھڑا ہوں۔ یہ یقین حاصل ہو جائے کہ مجھے اللہ کی بارگاہ میں پیش ہونا ہے مجھے حرام نہیں کھانا۔ جہاں اللہ نے اجازت دی ہے وہ کام کروں جس سے اللہ نے روک دیا ہے وہ نہ کروں۔ سارے دین کا حاصل ہی یہ ہے کہ یہ یقین نصیب ہو جائے اور اللہ کی اطاعت کو جی چاہے اور نافرمانی سے ڈر لگنے لگے۔ گناہ کڑوے لگیں۔ نیکیاں میٹھی لگیں۔ حضور الٰہی میں سرخرو ہونے کی تمنا پیدا ہو جائے تو دنیا و آخرت کے سارے کام سُدھر جائیں گے اور اگر اس سے محروم رہا تو اُس نے زندگی ضائع کر دی۔

اللہ کریم ہمیں زندگی سے بھرپور فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

عظمت شیخ

فرمایا۔ کتنی عجیب بات ہے کہ دنیا کے ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک لوگ تجلیات باری دیکھتے ہیں' اپنے دل میں محسوس کرتے ہیں۔ لوگ نبی کریم ﷺ کی بارگاہ سے مشرف ہوتے ہیں' زیارت نبویؐ سے مشرف ہوتے ہیں۔ لوگ دونوں جہانوں کو نہ صرف سنتے ہیں بلکہ دیکھ پاتے ہیں۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے' یہ صرف کہنے کی بات نہیں ہے' یہ بہت عجیب بات ہے۔ اس کا اندازہ وہ لوگ کریں گے جو ہمیں نہیں پاسکیں گے۔ انہیں اندازہ ہوگا کہ کیسے لوگ تھے اور کاش ہمیں بھی وقت ملا ہوتا۔ یہ نعمت ہم نے بھی حاصل کی ہوتی لیکن یہ بات مت بھولئے کہ اس میں میرا کوئی کمال نہیں ہے' میں بھی ایک مشت غبار ہوں۔ رب کریم کی مرضی کہ اس نے کس کس کے ذمے کیا کیا خدمت سپرد کر دی ہے یہ اس کی اپنی مرضی۔

فرمایا۔ اس لئے میں جب کچھ کہہ دیتا ہوں اور میں اپنی طرف سے پوری دیانتداری سے کوشش کرتا ہوں کہ میں اپنی بات نہ کہوں کیونکہ میری کوئی حیثیت نہیں ہے میری حیثیت ایک ذریعے اور واسطہ کی ہے۔ اللہ کریم کا شکر ہے میں شیخ سلسلہ ہوں۔ میں جو کہہ دوں حضرتؒ کی طرف سے مجھے اجازت ہے اور جتنے یہ صاحب کشف حضرات بیٹھے ہیں حضرت جیؒ سے پوچھو' مشائخ سے پوچھ لو' بارگاہ نبوی ﷺ میں مراقبہ کر کے دیکھ لو تم جب بھی پوچھو گے تمہیں یہی جواب ملے گا کہ اس سے جا کر پوچھو۔ جس کا جی چاہے اور جب جی چاہے مراقبہ کر کے پوچھ لو تمہیں جواب ملے گا فیصلہ نہیں ملے گا اس لئے کہ تمہارا رابطہ میرے ساتھ ہے۔ لیکن جس طرح تمہیں جواب نہیں ملتا اس طرح مجھے بھی بات کرنے کی اجازت نہیں ملتی۔ جو بات وہاں سے ملتی ہے وہ آپ تک پہنچاتا ہوں۔ یہ جو آپ کو خلافتیں بانٹی گئی ہیں ان میں میری کوئی رشتہ داری نہیں' کوئی کسی نے مجھے چندہ نہیں دیا۔ میرا اس میں ذاتی انٹریسٹ کوئی نہیں' کوئی اس میں دلچسپی نہیں جو لوگ کام کر رہے تھے تو حضور ﷺ نے اپنی پسند سے پسند فرما لئے۔ شاید میرے منہ سے بھی نام نکل گئے ہوں لیکن بہر حال جنہیں صاحب مجاز بنا دیا گیا ان سے برکات اتنی ہی مل سکتی ہیں۔ جتنی میرے ساتھ بیٹھ کر مل سکتی ہیں۔

فرمایا۔ تیسری بات جو میں عرض کرنا چاہوں گا وہ یہ ہے کہ شیخ کی حیثیت ایسی ہوتی ہے کہ مختلف مسائل اس سے زیر بحث لائے جا سکتے ہیں لیکن شیخ کے ذمہ یہ بھی ہوتا ہے کہ ایک کا راز دوسروں کو نہ بتائے اور جو اس سے مشورہ مانگے وہ اللہ کے لئے خلوص کے ساتھ' جس میں اس کی بہتری ہو اور شرعی اعتبار سے بھی صحیح ہو وہ اسے دے اور شیخ بھی سب سے بڑا ستر پوش ہوتا ہے کہ ایک کا راز دوسرے کو نہ بتائے۔

فرمایا۔ زندگی کے دو پہلو ہیں ایک نظریہ اور دوسرا عمل یعنی تھیوری اور پریکٹیکل۔ تھیوری تو کتاب کے مطالعے سے سمجھ میں آجاتی ہے مگر پریکٹیکل کے لئے تین چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ لیبارٹری' مشق اور ڈیمانسٹریٹر اور یہ اصول ہر قسم کے زندگی کے لئے ناگزیر ہے۔ خواہ زندگی مومنانہ ہو یا کافرانہ' ایماندارانہ ہو یا فاسقانہ' ان تینوں چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے۔

اقتباس از کنز الطالبین

روزہ

تحریر۔ آسیہ اعوان، راولپنڈی

نماز کے بعد اسلام کا دوسرا اور بنیادی رکن روزہ ہے۔ روزہ یعنی صبح تا شام ایک مخصوص وقت تک کھانے پینے اور جماع کرنے سے رک جانا۔ یہ تینوں چیزیں بقائے نسل انسانی کا خاصہ ہیں اور اسی مالک نے انہیں ہماری زندگیوں سے جوڑ رکھا ہے جو ہم سے مطالبہ کر رہا ہے کہ اپنی یہ جائز ضروریات ماہ رمضان میں صبح صادق سے لے کر غروبِ آفتاب تک جائز ذرائع سے بھی پوری کرنے سے رُک جاؤ۔ کیوں؟

اس لئے کہ میں نے کہہ دیا ہے۔ وہ رب العزت جو بے نیاز ہے، جسے کسی کی احتیاج نہیں۔ وہ جو ہر ضرورت سے بالاتر ہے کیسے وہ مومن پہ اپنا حق جماتے ہوئے منع فرما دیتا ہے کہ اس وقت میں، اپنی جائز ضرورتوں کو پورا کرنے سے باز آ جاؤ۔ اس نے روک دیا اور ہم رُک گئے۔ کیسی خوبصورت نسبت قائم ہو جاتی ہے۔ ہم کہ، مشتِ غبار اور وہ کہ، خالق و مالکِ دو جہاں۔ پھر وہ اس تعلق کو اور بھی مضبوط فرماتا ہے۔

فرمایا۔ "الصوم لی" روزہ میرے لئے ہے "وانا اجز بہ" اور میں ہی اس کا اجر دوں گا۔ یہ وہ عبادت ہے جو خاص الخاص میرے لئے ہے۔ اس لئے کہ روزہ کا تعلق باطن سے ہے، ہر ایک کے اپنے ضمیر سے۔ کوئی نہیں جانتا کون اپنے رب سے کئے گئے وعدے میں کتنا سچا ہے اس نے کہاں کہاں خود پہ جبر کیا اور ڈٹا رہا۔ یا وہ اپنے نفس کا پجاری نکلا اور اس کی خواہشات کو رد نہ کر سکا۔

لیکن یاد رہے! روزہ کا متبادل کوئی نہیں۔ کہ غیر رمضان کا روزہ رمضان کے روزے کے برابر نہیں ہو سکتا۔ اور یہ بھی ایسی صورت میں جب بیماری یا سفر کا عذر موجود ہو ورنہ تو حدیثِ پاک ہے۔ "جس نے عذر یا بیماری کے بغیر رمضان کا ایک بھی روزہ ترک کیا تو اگر وہ بالفرض ہمیشہ بھی روزے رکھے تب بھی اس کا معاوضہ ادا نہ ہوگا۔"

اس لئے وہ جو اپنے بندوں سے وعدہ لینے میں اتنا کھرا ہے وہ بہت غیور ہے۔ جو اس کی محبت اور عظمت کے سامنے اپنے نفس کو ترجیح دیتے ہیں تو اس کی غیرت یہ کبھی گوارا نہیں کرتی کہ اسے پھر ان لوگوں کی صف میں شمار کرے جو اپنے دعوے پہ پورے اترے اور وہ اس کے فقط ایک حکم کے سامنے کہ۔

یاایھا الذین امنوا کتب علیکم الصیام

"اے ایمان والو! تم پہ روزے فرض کر دیئے گئے" اپنے نفس کے خلاف ڈٹ گئے۔ اور روزہ کے حکم میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ اس سے نفسانی جذبات دب جاتے ہیں۔ چونکہ ان کا محرک حواس خمسہ ہیں اور روزہ میں حواسِ خمسہ کو قابو میں رکھا جاتا ہے جس سے خود بخود نفس کمزور پڑتا ہے۔ وہ جو حکم دے رہا ہے ہم عاجز بندوں کو، توفیق بھی اُسی نے ارزاں کرنی ہے۔ وہ کوئی ایسا حکم نہیں دیتا جس کی ادائیگی کی اہلیت اُس نے بندے میں نہ رکھی ہو۔ پس حکم کے بندوں کیلئے راہیں بھی وہ خود ہموار کرتا ہے۔

حالتِ روزہ اوصاف ملکوتی میں سے ہے کہ فرشتوں کی طرح کھانے پینے اور مباشرت سے بے نیاز ہو کر فقط اُس کی یاد کو حرزِ جاں بنایا جائے وہ انسان کو ذرا بھی محروم نہیں رکھنا چاہتا، کسی سے کم نہیں دیکھنا چاہتا یوں ہم انسان رہتے ہوئے۔ فرشتوں کے کیفیات وثمرات سے بھی حصہ پا لیتے ہیں کہ۔

فرشتوں سے بہتر ہے انسان ہونا

روزہ ایک ایسی عبادت ہے جس کو مجاہدہ اضطراری بھی کہتے ہیں اس لئے کہ یہ ضرور ہی کہ انسان ہونا فرشتوں سے بہتر ہے۔

مگر اس میں پڑتی ہے محنت زیادہ

ہماری اس محنت ومجاہدہ کی کمی کو سال بھر کیلئے دور کرنے کو ہمیں مہینہ بھر حکماً مجاہدہ کرایا جاتا ہے تاکہ اللہ کی یاد میں، عبادت میں، اس سے تعلق میں جو گزشتہ سال کی رہ گئی اس کو پورا کیا جا سکے، اور اس کو آئندہ سال کیلئے تیار کیا جا سکے۔

وہ رمضان کے پہلے عشرے کو رحمت، دوسرے کو مغفرت اور تیسرے کو دوزخ سے نجات کا باعث قرار دیتا ہے، رمضان کے شروع ہوتے ہی جنت کے سب دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور شیاطین کو زنجیروں میں جکڑ دیا جاتا ہے۔ اور پھر ہر چھوٹی بڑی عبادت پہ کئی گنا زیادہ اجر کا

وعدہ ہے۔ آخر میں اس نے رمضان کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں ایسی ایک رات چھپا رکھی ہے۔ جس میں عبادت ہزار مہینوں کی عبادت سے بہتر ہوگی۔

اللہ کریم نے یہ رات مقرر نہیں فرمائی۔ کہ چلو، اس رات کو پانے کے لالچ میں ہی ہم طاق راتوں میں اُٹھ اُٹھ کر اُسے یاد تو کریں اور ہم ہیں کہ اشارے ڈھونڈتے ہیں کہ کوئی بتا دے وہ کونسی رات ہے یونہی نہ ہم ہر رات عبادت کر کر کے تھکتے رہیں اور وہ لیلۃ القدر بھی نہ ہو اور ہماری مناجات بھی ضائع جائیں۔

پھر ہم نے یہ کیا کہ خود ہی رمضان کی ستائیسویں رات کو مقرر کر لیا۔ اس رات تو پھر ہم سارا زور بندگی خرچ کر ڈالتے ہیں۔ شبینے، نعتیں، نوافل، تلاوت، پھر ہم مطمئن اور فارغ ہو جاتے ہیں، خوش نصیبوں کی صف میں جا کھڑے ہوتے ہیں۔ ویسے سوچنے کی بات ہے اس کی رحمت ہم سے کس قدر مایوس ہوتی ہوگی کہ وہ کتنی وسیع ہے اور ہمارا دامن کتنا تنگ ہے وہ ہمیں کتنا زیادہ نوازنا چاہتا ہے اور ہم کتنے تھوڑے پہ راضی بہ رضا ہیں۔ ہمیں زیادہ کی تمنا ہی نہیں ہے۔ اس پر اصل کمال تو یہ ہے کہ اس کی ذات بے نیاز ہے اور ہم ہر دم محتاج۔ اور بے نیاز ہوتے ہوئے بھی اس کی رحمتیں ہمارا احاطہ کئے ہوئے ہیں اور برکتیں اور عنایتیں ہمیں گھیرے ہوئے ہیں وہ ہر لحہ لٹانے پہ آمادہ ہے کوئی لوٹنے والا چاہئے۔ رمضان تو اس سلسلے میں بونس پروگرام ہے۔

ہم ہر سانس، ہر قدم، ہر حال میں اس کے محتاج ہوتے ہوئے بے اعتنائیاں برتتے ہیں۔

تیری رحمت کی تمنا، تیری چاہت سے گریز
رابطے دیکھ ذرا اپنے گنہگاروں کے

رمضان کے ضمن میں ایک اور اہم بات یہ ہے کہ روزہ صرف بھوکا پیاسا رہنے کا نام نہیں ہے بلکہ حدیث پاک ہے کہ

''جو شخص روزہ میں جھوٹ بولنا اور غلط، فریب اور

روزہ کی حالت میں ضروری ہے کہ تمہاری زبان، کان، آنکھیں اور دیگر اعضا بھی حرام کاموں سے پرہیز کریں

دھوکہ کے کام نہ چھوڑے تو اللہ کو اس کی حاجت نہیں کہ وہ کھانا پینا چھوڑ دے اور صرف بھوکا پیاسا رہے''۔

یہ ویسی ہی بات ہے کہ جیسے اللہ کریم فرماتے ہیں کہ مجھے تمہارے اعمال نہیں پہنچتے بلکہ وہ نیتیں پہنچتی ہیں جن کے تحت تم وہ عمل سرانجام دیتے ہو۔ ہم روزہ کی ظاہری صورت تو اپنا لیں کہ کھانے پینے سے رُک جائیں لیکن اگر اس کی روح کو مجروح کریں گے تو غیرت الٰہی سجھوتوں کو گوارا نہیں کرتی کہ شائد ہم رعایتی نمبروں سے پاس ہو جائیں بلکہ اس نے جہاں ظاہری اعمال میں رُک جانے کا حکم دیا ہے وہیں یہ بھی شرط عائد کی ہے کہ زبان کا روزہ یہ ہے کہ جھوٹ نہ بولے غیبت نہ کرے، طعن وملامت اور گالی گلوچ سے باز رہے۔ کان غلط بات نہ سنیں، اعضا وجوارح غلط اعمال سے باز رہیں۔

حدیث پاک میں موجود ہے۔ فرمایا گیا کہ۔

''روزہ کی حالت میں ضروری ہے کہ تمہاری زبان، کان، آنکھیں اور دیگر اعضاء بھی حرام کاموں سے پرہیز کریں۔'' اور جو ان باتوں کا دھیان نہیں رکھے گا تو فرمایا گیا کہ بہت سے روزہ رکھنے والے ایسے بھی ہیں کہ جن کو ان کے روزے سے سوائے بھوک اور پیاس کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ (معاذ اللہ)

ہم روزہ کی ظاہری صورت تو اپنا لیتے ہیں لیکن اس کی باطنی روح ہم سے چھوٹ جاتی ہے اور یہی سلوک ہم ہر عبادت کے ساتھ کرتے ہیں۔ اور پھر کما حقہٗ ثمرات سے محروم رہ جاتے ہیں۔ جس محرومی کی چھاپ ہمارے سارے معاشرے پہ لگی ہوئی ہے۔ جس معاشرے کی تصویر ہم پیش کر رہے ہیں کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ معاشرہ نماز کی برکات سمیٹنے والا، اور رمضان سے مستفید ہونے والا معاشرہ ہے بلکہ ہمیں تو اس کی رحمت سے دور تک کا واسطہ نہیں۔ ہماری حالت تو راندہ درگاہ جیسوں کا نمونہ پیش کر رہی ہے۔ پھر جونہی رمضان ختم ہوتا ہے۔ ہونا تو یہ چاہئے کہ اس کے اثرات نظر آئیں ہم یہ سمجھ لیتے ہیں کہ اب تو گناہ کی چھوٹ مل گئی ہے۔ جو مرضی میں آئے کریں۔ اللہ ہمیں اس چیز سے پناہ دے۔ اور ہمیں توفیق دے کہ ہم اس کی عبادتوں کا حق ادا کر سکیں۔ اُس کو ویسا مانیں جیسا کہ وہ ہے اور اس کی بندگی ویسی ہی کریں جیسا کہ اُس کا حق ہے۔ (آمین ثم آمین)

خالقِ کا جہان

یہ جو ہم اللہ اللہ کرتے ہیں، محنت کرتے ہیں، کوشش کرتے ہیں اس کا حاصل یہ نہیں کہ ہم دوسرے لوگوں سے بڑے مقدس انسان بن جائیں۔ اس کا یہ بھی حاصل نہیں ہے کہ ہم بہت بڑے پیر بن جائیں یا بڑے صاحب کرامت ولی بن جائیں۔ اس سارے کا سارا حاصل یہ ہے کہ بندے میں اتنی استعداد اتنا حوصلہ پیدا ہو جائے کہ وہ اپنے مفروضہ جہان سے نکل کر رب العلمین کے جہان میں جا بسے جو لوگ یہ نعمت عظمیٰ پا لیتے ہیں اس کے بعد اُن کے پاس کوئی پریشانی آتی نہیں۔

امیر محمد اکرم اعوان

دارالعرفان منارہ، ضلع چکوال 7-9-2003

بسم اللہ الرّحمٰنِ الرّحیم٥

کائنات بسیط میں، اس دنیا میں، اس روئے زمین پر، جہاں پر رہتے بستے ہیں اس میں دو جہان ہیں۔ ایک جہان ہر انسان کا اپنا ہے۔ اُس کی اپنی فکر، اُس کی اپنی سوچ، اُس کا اپنا کردار، اُس کی اپنی خواہشات، اُن کی تکمیل، محرومیاں، یہ سب مل کر ایک جہان بناتی ہیں۔ اور بندہ اُس میں عمر بسر کر جاتا ہے۔ ایک جہان رب العلمین کا ہے رب العلمین کے جہاں میں کسی کی خواہشات کی، یا کسی کے غصے کی، یا کسی کی ناراضگی کی، یا کسی کی آرزو کی، کوئی حیثیت نہیں رب العلمین کے جہان میں، ہر کام اُس کی پسند اُس کے حکم سے ہوتا ہے جیسا وہ چاہتا ہے ویسا ہوتا ہے۔ جب وہ چاہتا ہے تب ہوتا ہے۔

اب جو لوگ اپنے جہان میں بستے ہیں۔ ہوتا اُن کے جہان میں بھی وہی ہے جو رب چاہے لیکن اُن کے گرد اُن کا اپنا جہان ہوتا ہے۔ اب وہ چاہتے ہیں کہ مجھے یہاں سے دولت مل جائے۔ مجھے یہ عہدہ مل جائے۔ مجھے کوئی بیماری نہ آئے۔ میرے بچے افسر بن جائیں۔ میرا فلاں ہو جائے یہ سب تو چاہنا ہے۔ ہوتا کیا ہے؟ اس پہ اُس کا اختیار نہیں چونکہ اس نے جو جہان بنا رکھا ہے وہ مفروضہ ہے۔ حقیقتاً تو اُس کا مالک اللہ جل شانہ، ہے ہوگا تو وہی جو وہ چاہے گا۔ لہٰذا اپنے جہان میں بسنے والا بندہ ہوش سنبھالنے سے لیکر مرنے تک دُکھی رہتا ہے۔ پریشان رہتا ہے۔ اور یہ اپنا جہان حقیقتاً ایمان سے محروم لوگوں کا جہان ہے۔

دنیا کی انسانی صحت کی جو تنظیم ہے اُن کے اعداد و شمار کے مطابق دنیا میں جو سب سے بڑی بیماری اور سب سے زیادہ ہے وہ پریشانی ہے۔ جسے انگریزی میں ڈپریشن (Depression) کہتے ہیں۔ دنیا میں بے شمار بیماریاں ہیں لیکن بخار، نزلہ، زکام، یا عام بیماریوں سے بھی جو سب سے زیادہ ہے۔ وہ ڈپریشن (Depression) ہے اور یہ ایسی عجیب بیماری ہے کہ جو اس کے ڈاکٹر ہیں وہ خود بھی اس کا شکار ہیں۔ انہیں سائیکیٹرسٹ کہتے ہیں جو اس کا علاج کرتے ہیں اور میرا ذاتی تجربہ یہ ہے کہ وہ خود بھی اس کا شکار ہو جاتے ہیں۔ ایسا کیوں ہے؟ صرف اس لئے کہ لوگوں کی اکثریت اپنے جہان میں بستی ہے۔ اپنی خواہشات اور آرزوؤں کے محل تعمیر کرتے رہتے ہیں۔ پھر جہان تو رب کا ہے۔ اُسے منظور نہیں ہوتا۔ ویسا نہیں ہوتا اُن کے نزدیک رب کے جہان کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی، جہاں اُن کی اپنی آرزوں کا ہوتا ہے۔ وہ پوری نہیں ہوتیں پریشان ہو جاتے ہیں۔ اب سوائے پریشانی کے کوئی کر بھی کیا سکتا ہے؟ اب بیٹھ کے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیوی امور میں اپنے سے اوپر نہیں اپنے سے نیچے دیکھا کرو تمہارے نیچے بھی بے شمار مخلوق ہے۔

یہ سوچنا کہ بھئی اگر یہ کام نہیں ہوا تو کیا حرج ہے؟ میں نے تو اس کے لئے جائز وسائل بھی اختیار کئے کوشش بھی کی۔

اب کائنات تو رب العلمین کی ہے اُسے نہیں منظور تھا۔ نہیں ہوا کیا فرق پڑتا ہے؟ یہ سوچنا اتنا آسان نہیں ہے۔ یہ صرف وہ بندہ سوچ سکتا ہے جو رب کے جہان میں بستا ہو۔ جسے یہ یقین ہو کہ جہان میرا نہیں ہے اُس کا ہے۔ میں بھی اُسی کا ہوں۔

مولوی سعدیؒ ساری زندگی سفر میں رہے دوران سفر جوتے ٹوٹ گئے، کھو گئے۔ لباس پھٹ گیا' کسی شہر میں پہنچے تو برہنہ پا تھے اور خود لکھتے ہیں کہ مجھے احساس ہو رہا تھا کہ اس اتنی بڑی کائنات میں کیا میرے لئے ایک ٹوٹا ہوا جوتا بھی نہیں بچا۔ کم از کم جوتا تو اللہ کریم مجھے دے دیتے۔ فرماتے ہیں مسجد میں گیا تو بے شمار جوتے دیکھ کر دل میں حسرت آئی کہ دیکھو ہر بندے کا ایک اچھا یا بُرا' نیا یا پُرانا جوتا مسجد میں ہے میں ہوں کہ میرے پاس جوتا بھی نہیں، فرماتے ہیں کہ یہ خیال آیا میں نے جھٹک دیا لیکن جب میں مسجد سے باہر نکلا تو ایک شخص جا رہا تھا جس کا پاؤں نہیں تھا تب مجھے احساس ہوا کہ میرے پاس پاؤں تو ہے یہ کتنا بڑا اللہ کریم کا انعام ہے کہ میرے پاس پاؤں تو ہے یہ بے چارا دیکھو اس کے پاس تو پاؤں بھی نہیں ہے۔

اس لئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ دنیوی امور میں اپنے سے اوپر نہیں اپنے سے نیچے دیکھا کرو تمہارے نیچے بھی بے شمار مخلوق ہے۔ تمہیں شکوہ ہے مجھے دال روٹی ملتی ہے لیکن کتنے ایسے ہیں جنہیں روٹی ملتی ہے دال نہیں اور کتنے ایسے ہیں جنہیں نہ روٹی ملتی ہے نہ دال۔

ہمیں شکوہ ہوتا ہے میرا لباس سستا ہے لیکن کتنے لوگ ہیں جو بے لباس پھرتے ہیں۔ دنیا کے معاملات میں حضور اکرم ﷺ کا یہ ارشاد ہے کہ اپنے سے نیچے دیکھو کہ ہر موقع پہ اللہ کا شکر ادا کرو اور دین کے معاملات میں اپنے سے اوپر دیکھو کہ میں نے کتنی نیکی کی اور مجھ سے دوسرا شخص نیکی میں کتنا آگے چلا گیا۔ عبادات میں کتنا آگے بڑھ گیا۔

> **زندگی شیرینیوں اور تلخیوں کا مجموعہ ھے جس طرح بیداری کے ساتھ نیند جڑی ہوئی ھے زندگی کے ساتھ موت پیوست ھے اُسی طرح دولت کے ساتھ افلاس صحت کے ساتھ بیماری' سُکھ کے ساتھ دُکھ۔**

تو دنیا کی ساری پریشانیوں کا حل اس ایک بات میں ہے کہ بندہ اپنا جہان چھوڑ کر رب العلمین کے جہان میں گھر بسا لے۔ اس یقین کے ساتھ کہ زمین بھی اُس کی ہے۔ زمانہ بھی اس کا ہے۔ آسمان بھی اس کے ہیں۔ سب کچھ اس کا ہے۔ میں بھی اس کا ہوں۔ اب مجھے کب کس حال میں رکھتا ہے۔ یہ دوسری بات ہے لیکن میں اُسی کو اپنائے رکھوں اور وہ مجھ پر یہ کرم کرے کہ وہ مجھے اپنائے۔ یہ سب کچھ اُس کا ہے اُس سب کچھ میں میں بھی ہوں تو مجھے بھی اپنی پہچان سے غافل نہ کرے۔ اور خود بھی مجھے کسی کباڑ خانے میں نہ پھینک دے۔ مجھے اپنے کرم کے زیر سایہ رکھے پھر مسائل پیدا نہیں ہوتے۔ پریشانی پیدا نہیں ہوتی۔ جتنی مزے دار زندگی ہے موت اُس سے زیادہ مزے دار ہو جاتی ہے۔ صحت بہت مزے دار ہے اللہ کا بہت بڑا احسان ہے لیکن پھر بیماری بھی مزا دے جاتی ہے۔ اُس میں بھی ایک لطف ہوتا ہے۔ دولت مندی اللہ کی نعمت ہے۔ لیکن کبھی افلاس بھی اپنی الگ سی لذت دے جاتا ہے۔ ہر چیز میں ایک رشتہ پیدا ہو جاتا ہے کہ یہ اللہ کریم کی طرف سے آ رہی ہے اور وہ رشتہ اُس میں ایک لطف اور ایک لذت پیدا کر دیتا ہے۔

یہ جو اللہ اللہ ہم کرتے ہیں' محنت کرتے ہیں' کوشش کرتے ہیں' اس کا حاصل یہ نہیں ہے کہ ہم دوسرے لوگوں سے بڑے مقدس انسان بن جائیں۔ اس کا یہ بھی حاصل نہیں ہے کہ ہم بہت بڑے پیر بن جائیں یا بڑے صاحب کرامت ولی بن جائیں۔ اس سارے کا سارا حاصل یہ ہے کہ بندے میں اتنی استعداد' اتنا حوصلہ پیدا ہو جائے کہ وہ اپنے مفروضہ جہان سے نکل کر رب العلمین کے جہان میں جا بسے جو لوگ یہ نعمت عظمیٰ پا لیتے ہیں اس کے بعد اُن کے پاس کوئی پریشانی آتی نہیں۔

غالباً حکایات سعدی میں ہی لکھا ہے کہ کسی بادشاہ کو کسی کسان نے تحفے کے طور پر

بہت خوبصورت خربوزہ پیش کیا دربار میں لائے گئے تو بادشاہ نے خربوزہ کاٹنے کا حکم دیا۔ وہ کاٹا گیا اُس کا بہت ہی معتمد کوئی وزیر تھا اس نے کہا بھئی آدھا کاٹ کر اسے دے دو۔ انہوں نے آدھا کاٹ کے اُس کو دے دیا۔ کھانے لگا اُس نے کہا آدھے سے مجھے بھی دو انہوں نے کوئی دو کاشیں کاٹ کر بادشاہ کو پیش کیں۔ وہ مزے سے کھا رہا تھا بادشاہ نے جب وہ کاش تھوڑی سی کاٹ کے کھائی تو وہ تو سخت ترش۔ وہ کڑوا تھا اب کسی کو کیا پتہ کہ اندر سے کڑوا ہوگا وہ بڑا حیران ہوا اُس نے کہا تم مزے لے لے کر کھا رہے ہو اور یہ تو کڑوا ہے میرے منہ کا ذائقہ خراب کرا دیا تمہیں کڑوا نہیں لگا۔ اُس نے کہا حضور عمر گزر گئی آپ کے دربار سے بہترین اور لذیذ چیزیں کھاتے اگر چند کاشیں کڑوی آ گئی ہیں تو کیا فرق پڑتا ہے؟ ہمیں تو یہ بھی وہی لذت دے رہی ہیں۔ ہم تو آپ کی عطا سمجھ کر کھا رہے ہیں ہمیں تو خربوزے کے کڑوے یا میٹھا ہونے سے غرض نہیں ہے کہ زندگی گزر گئی انواع واقسام کی نعمتیں کھاتے اگر چند کاشیں خربوزے کی تلخ آ گئی ہیں تو ان میں بھی یہ لذت تو ہے کہ بادشاہ نے دی ہیں۔ مولانا ثابت یہی کرنا چاہتے ہیں کہ زندگی شیرینیوں، تلخیوں کا مجموعہ ہے۔ جس طرح بیداری کے ساتھ نیند جڑی ہوئی ہے زندگی کے ساتھ موت پیوست ہے اُسی طرح دولت کے ساتھ افلاس، صحت کے ساتھ بیماری، سُکھ کے ساتھ دُکھ دن کے ساتھ رات یہ اُس کا اپنا نظام ہے اور ہر چیز کو اُس نے جوڑا جوڑا پیدا فرمایا قرآن حکیم میں ہے کہ ہر چیز کو ہم نے جوڑا جوڑا پیدا فرمایا۔

وخلقنکم ازواجا ہر چیز کو ہم نے جوڑا جوڑا پیدا فرمایا۔ تو اگر آدمی اپنی زندگی پہ بحیثیت مجموعی نظر کرے تو زیادہ حصہ ہم نعمتیں کھاتے ہیں۔ زیادہ حصہ ہم سُکھ اٹھاتے ہیں۔ کبھی کبھار پریشانی بھی آ جاتی ہے۔ لیکن اگر یہ یقین ہو کہ جہان اُس کا ہے وہ جس نے لذت

ہمارا تو ایمان ہے کہ سب سے بڑی طاقت اللہ ہے لیکن فرعون' نمرود' شداد ہر کوئی اپنی اپنی طاقت کا دعویٰ کرتا رہا۔

جوانی دی آج اُس نے بڑھاپا بھیج دیا۔ جس نے مجھے مال دار بنایا تھا آج اُس نے تھوڑی سی تنگی بھیج دی تو دُکھ نہیں ہوتا۔ امید ہوتی ہے کہ وہ کریم ہے مجھے جانتا ہے میری حیثیت سے واقف ہے تو مجھ پر میری جرات سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالے گا۔ وہ جانتا ہے وہ بڑا کریم ہے تو چند لمحے گزر جاتے ہیں انسانی مزاج ایسا ہے کہ ساری زندگی صحت مند رہے اُسے شمار نہیں کرتا ایک ہفتہ بیمار ہو جائے تو وہ اُس نے گنا ہوتا ہے۔

تو میرے بھائی ان دو جہانوں میں سے ایک جہان میں ہر کوئی بستا ہے۔ اب جسے نور ایمان ہی نصیب نہیں اُس نے تو اپنی دنیا میں ہی بسنا ہے اور انسان کی اپنی دنیا بڑی ڈراؤنی اور دہشت ناک ہے۔ آپ دیکھ لیں ہمارا تو ایمان ہے کہ سب سے بڑی طاقت اللہ ہے لیکن فرعون' نمرود' شداد ہر کوئی اپنی اپنی طاقت کا دعویٰ کرتا رہا۔

اب دنیا کی سُپر پاور امریکہ ہے۔ ساری دنیا کو تاراج کرنے کے بعد امریکہ پھر کیوں ڈر رہا ہے جس ملک پہ چاہتا ہے مست ہاتھی کی طرح چڑھ دوڑتا ہے اور خس وخاشاک کی طرح توڑ پھوڑ کر ہر چیز کو تہس نہس کر دیتا ہے۔ کم از کم اُسے تو جم کر رہنا چاہئے۔ پھر ڈرتا کیوں ہے؟ اس لئے کہ وہ اپنے جہان میں رہتا ہے اور وہاں سکون سے کوئی نہیں جی سکتا۔ وہاں اندیشے' خدشے' خطرات' اور ڈر زندگی کو جہنم بنائے رکھتے ہیں۔ وہاں آدمی نعمتیں نہیں گنتا جہاں جہاں اُس کی خواہشات کو ٹھوکر لگتی ہے۔ وہ دُکھ گنتا رہتا ہے۔ اور نور ایمان کا خاصہ یہ ہے کہ وہ بندے کو اللہ کے جہان میں لے آتا ہے یہاں آ کر آدمی کو استغنا نصیب ہو جاتا ہے۔ وہ چیزوں سے بالاتر ہو جاتا ہے اُس کی سوچ یہ رہ جاتی ہے کہ میرا رشتہ میرے مالک کے ساتھ اس جہان کے مالک کے ساتھ کیسا ہے؟ کہیں اُس میں ڈراڑ نہ آ جائے۔ کہیں اُس میں بال نہ آ جائے۔ اور اسے قائم رکھنے کے لئے جو کچھ بھی قربان کرنا پڑے میں قربان کروں۔ بندہ جب اپنے جہان میں ہوتا ہے تو وہ گنتا ہے کہ مجھے ملا کیا؟ اللہ کے جہان میں بستا ہے تو سوچتا ہے کہ میں دے کیا

سکتا ہوں۔

نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی بعثت سے پہلے کے عرب کو دیکھیں تو ہر بندہ چھینا جھپٹی کے لئے ہم دوسرے سے چھیننے کے لئے' روٹی کا نوالہ چھیننے کے لئے' پیسہ چھیننے کے لئے' دوسرے کی جان لینے سے بھی دریغ نہیں کرتا لیکن جب نورِ ایمان نصیب ہوا تو وہی لوگ خود بھوکے سو جاتے ہیں اور اپنا کھانا کسی دوسرے مستحق کو دے دیتے ہیں۔قرانِ حکیم فرماتا ہے۔

بل تو ثرون علی انفسھم ولو کان بھم خصاصۃ o خود ضرورت مند ہوتے ہیں اپنی ضرورت پی جاتے ہیں اور دوسرے کو اٹھا کر چیز دے دیتے ہیں۔ کیوں رب کے جہان میں بستے ہیں۔رب کے ساتھ رشتہ مضبوط کرنا چاہتے ہیں۔اگر ایک وقت کا کھانا دے کر وہ خوش ہو جائے اس سے وہ کرم کر دے اور اس سے وہ راضی ہو جائے تو کتنی قیمت دینا پڑتی ہے بڑی تھوڑی سی قیمت ہے تو اس سارے ذکر اذکار کا، اس محنت اور مجاہدے کا، اس تبلیغ کا، بیان کا کوشش کا حاصل یہ نہیں ہے کہ ہم بہت بڑے آدمی بن گئے' ہم بہت بڑے پیر بن گئے' ہم بڑے صاحب یا ہمیں کوئی پریشانی نہیں آئے گی یہ ساری فضول باتیں ہیں ایک ہی حاصل ہے کہ بندہ اپنے جہان سے نکل کر اللہ العٰلمین کے جہاں میں جا بسے اور اس یقین کے ساتھ جا بسے' کہ جب میرے پاس زندگی ہے تو موت بھی آئے گی۔صحت ہے تو کبھی بیماری بھی آئے گی۔نعمت و راحت ہے تو کبھی دُکھ اور تکلیف بھی ہوگا۔ یہ تو چلتا رہے گا یہ تو ایک معاملہ ہے جو چل رہا ہے اور چلتا رہے گا۔ دیکھنا یہ ہے کہ اس میں میرا تعلق میرے مالک سے بن رہا ہے یا بگڑ رہا ہے، وہ نہ بگڑے باقی سب ٹھیک ہے۔

ذکر پہ باقاعدگی کریں محنت کریں۔ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب o دلوں کو قرار اللہ کے ذکر سے نصیب ہوتا ہے کہ یہ دلوں کو اللہ کے جہان میں لے جاتا ہے۔درود شریف کثرت سے پڑھا کریں ایک ایسی دعا ہے جو ہمیشہ مقبول ہوتی ہے اور ایسی نعمت ہے جو دنیا و آخرت دونوں جہانوں کی بھلائی کے لئے کافی ہے۔اپنی پریشانیاں گننے کی بجائے کبھی کبھی اپنی ذات کے خول سے نکل کر اردگرد بھی دیکھیں۔ دوسروں کے حالات پر بھی غور کریں تو آپ دیکھیں گے کہ آپ کے گرد جو جہان بستا ہے اُس میں بے شمار لوگ آپ سے نیچے زندگی گزار رہے ہیں۔ کتنے جیلوں میں سڑ رہے ہیں۔ کتنے حکومتوں کے تشدد کا نشانہ بن گئے۔ کتنے گھر اُجڑ گئے۔ کتنے چوروں' ڈاکوؤں کے ہاتھوں تباہ ہو گئے۔ کتنوں کو اپنوں نے اُجاڑا اور کتنوں کو غیروں نے تباہ کر دیا۔اگر اس عالمِ دار و گیر میں اللہ کی حفاظت نصیب ہے اور آبرو کے ساتھ اپنا کنبہ سمیٹ کر بیٹھے ہیں تو کیا یہ ایک نعمت کم ہے آدمی اپنے، پھر دنیا اور زمانے کے حالات کو دیکھ کر اندازہ کرے تو ایک ایک لمحہ جو آبرو اور امن کے ساتھ گزر رہا ہے یہ اتنی بڑی نعمت ہے کہ جو آج دنیا میں مل ہی نہیں رہی اور آدمی ہر لمحہ شکر ادا کرتا رہے پھر بھی شکر ادا کرنے کا حق ادا نہیں کر سکتا۔ اللہ کریم ہم سب کی خطاؤں سے درگزر فرمائے اور ہمیں اپنے جہان میں گھر بسانے کی توفیق دے۔ جو اُس کا جہان ہے۔ وہی حق ہے باقی سب مفروضے ہیں۔ پریشانیوں کا سبب ہیں۔ بے چینیوں کا سبب ہیں دکھوں کو بڑھانے کا سبب ہیں۔اور کوشش کریں اللہ کریم کو یہ بات بڑی پسند ہے کہ اُس کے کسی بندے کو اُس کی دوری سے اور اُس کے ذکر کی محرومی سے بچایا جائے۔ ہو سکتا ہے ہماری خطائیں اتنی زیادہ ہوں کہ ہمارا ذکر بھی اُن کا مداوا نہ کر سکے لیکن ہمارے واسطے سے کوئی اللہ کا ایسا بندہ آ جائے جو مقبول ہو جائے۔ اُس کے طفیل ہماری بخشش بھی ہو جائے۔ نگاہ کو آخرت پہ رکھیں۔ جو حقیقی ہے دنیا تو فرضی سی چیز ہے دنیا کے سکھ بھی عارضی' دنیا کے دکھ بھی وقتی' دنیا کی حیات ہی جب عارضی ہے تو اُس کے ساتھ جڑی ہوئی باقی چیزیں کب دائمی ہوں گی۔ دولت کے انبار چھوڑ کر لوگ ایک کفن لپیٹ کر قبر

ذکر پہ باقاعدگی کریں یہ دلوں کو اللہ کے جہان میں لے جاتا ھے درود شریف کثرت سے پڑھا کریں۔ ایک ایسی دعا ھے جو ھمیشہ مقبول ھوتی ھے۔

میں جا سوتے ہیں۔کوئی نہیں لے کے جاتا دنیا ساتھ نہیں جاتی لیکن جو تعلق اللہ اور اللہ کے حبیب ﷺ سے ہے بہت بڑی نعمت ہے اور یہ اُس کا احسان ہے کہ اس گئے گزرے دور میں جب لوگوں کے پاس سوائے اعتراض کے کچھ نہیں بچا' یہ ایسا محرومی کا دور ہے کہ ہر بندے کی زبان پر ایک اعتراض ہے۔طلب نہیں ہے یہ وہ

> دنیا کی حیات ہی جب عارضی ہے تو اُس کے ساتھ جڑی ہوئی باقی چیزیں کب دائمی ہوں گی دولت کے انبار چھوڑ کر لوگ ایک کفن لپیٹ کر قبر میں جا سوتے ہیں۔ کوئی نہیں لے کے جاتا دنیا ساتھ نہیں جاتی لیکن جو تعلق اللہ اور اللہ کے حبیب ﷺ سے ہے بہت بڑی نعمت ہے اور یہ اُس کا احسان ہے۔

دولت ہے جو طلب پر بھی گا ہے ملتی ہے اور گا ہے عمر طلب میں گزر جاتی ہے۔ یہ ملتی نہیں ہے اور یہ دور ایسا آ گیا کہ ہر بندے کی زبان پر اعتراض ہے اور دل میں طلب نہیں ہے۔ اس دور میں اگر اُس نے ہمیں اپنے نام کی توفیق دے دی ہے اور ایک طلب پیدا کر دی ہے ایک طلب عطا کر دی ہے صرف یہ ایک نعمت اتنی عظیم نعمت ہے کہ ہم اس کا شکر ادا نہیں کر سکتے۔

اللہ کریم ہم سب کی کوششیں، محنتیں، آنا جانا، مل بیٹھنا قبول فرمائے ہماری خطاؤں سے درگزر فرمائے اور اپنے جہان میں آباد رکھے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

شیخ سلسلہ، مناصب اولیاء اور مقامات

فرمایا۔آداب شیخ تھری وے سسٹم ہوتا ہے یعنی تین طرح سے رابطہ رہتا ہے ان تینوں میں سے کوئی ایک تار بھی کٹ جائے تو اس کا سرکٹ کٹ جاتا ہے' نامکمل ہو جاتا ہے۔سب سے پہلے ہوتی ہے عقیدت جو شیخ کے ساتھ یا صاحب مجاز کے ساتھ یا جو ذکر کرا رہا ہے اس کے ساتھ۔ عقیدت نہ ہو تو رابطہ فیض نہیں ہوتا۔کوئی آدمی اگر ساتھ بھی بیٹھ جائے جی میں نہیں سمجھتا کہ یہ آدمی صحیح ہے لیکن چلو دو دن ذکر کر کے دیکھتے ہیں۔تو کوئی فائدہ نہیں ہوگا' اس لئے کہ اس کے قلب کا اس کے قلب سے رابطہ ہی نہیں ہوگا۔ دوسرا جو مضبوط رشتہ اطاعت کا ہے اور تیسرا رشتہ ہے ادب کا۔ادب میں یہ دنیاوی رسومات ضروری نہیں اور ادب کا سب سے بڑا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ اس کی تعلیمات کو پورے خلوص کے ساتھ اپنایا جائے۔

تو عقیدت' اطاعت اور ادب تھری وے سسٹم ہے۔ جتنی یہ تینوں باتیں مضبوط ہوں گی اتنا رابطہ مضبوط ہوگا۔سب سے پہلا نمبر عقیدت کا ہے دوسرا اطاعت کا اور تیسرا ادب کا۔ادب رہ گیا تو اطاعت کا وجود خطرہ میں پڑ جائے گا۔ اطاعت چھوٹے گی تو رشتہ ختم ہو جائے گا۔ یہ سارا معاملہ ہی دراصل حقوق کی حفاظت کا ہے اور حقوق کی حفاظت میں حق کا ادا کرنا بنیادی بات ہے۔اس لئے حقوق کے معاملے میں حتی الامکان اللہ کریم توفیق بخشے تو اپنی پوری کوشش' پورے خلوص کے ساتھ کرتے رہنا چاہئے کہ میں عقیدت' ادب اور اطاعت کے تقاضوں کو مکمل طور سے ادا کروں۔

فرمایا۔ میں ایک دفعہ حضرت جیؒ کی خدمت سے واپس آ رہا تھا تو ان کے چند مخالفین سے ملاقات ہوگئی۔ وہ لگے قصے سنانے۔ جب ساری بات سنا چکے۔تو میں نے کہا ان میں سے تو کسی کام کے لئے میں نہیں آتا ہوں۔ میرا ان کاموں سے کیا؟ کون لڑتا ہے؟ کس سے لڑتا ہے؟ کب لڑتا ہے؟ کون صحیح ہے؟ میرا تو اس سے تعلق نہیں۔تو آپ کیوں آتے ہیں؟ میں نے جواب میں کہا میں تو تصوف سیکھنے آتا ہوں۔تو اگر آپ میں سے کوئی آدمی سکھا سکتا ہے۔ یا جانتا ہے تو بتایئے۔ پھر میں دیکھتا ہوں کہ مولانا کو کتنا آتا ہے اور آپ کو کتنا آتا ہے تو جو زیادہ اچھا ہوگا اس کے پاس چلا جاؤں گا۔ مجھے تو ایک چیز حاصل کرنا ہے' ایک چیز سیکھنا ہے۔انہوں نے کہا کہ ہمیں تو نہیں آتا۔تو میں نے کہا آپ کو نہیں آتا تو جو باتیں آپ کر رہے ہیں ان کا مجھے کوئی پتہ نہیں۔ میرا ان کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ جو چیز میں ان سے لینے آتا ہوں اسے وہ بڑی اچھی طرح جانتے ہیں۔ میرا کام ہو رہا ہے۔ یہ معاملات ان کے اور آپ کے ہیں۔ان میں میرا کیا دخل ہے میں صرف ایک بات جانتا ہوں کہ جس کام کے لئے میں آتا ہوں ایسا آدمی کوئی دوسرا نہیں۔

فرمایا۔ میں آپ کو ایک بات کفتہ شیخ کی بتاؤں کہ آدمی سارے وظیفے پڑھتا رہے' ساری تسبیحیں پڑھتا رہے' کچھ نہیں ہوگا۔لیکن اگر شیخ ایک چیز پڑھنے کو کہہ دے تو اس سے فائدہ ہوتا ہے۔ اگر شیخ کے کہنے سے فائدہ ہوتا ہے تو حضور اکرم ﷺ کہہ دیں کہ یہ پڑھو تو کتنا فائدہ ہوگا۔تو کیوں نہ وہ درود پڑھے جائیں جو حضور ﷺ نے ارشاد فرمائے ہیں۔

اقتباس از کنزالطالبین

ہم اس پاک وطن پر

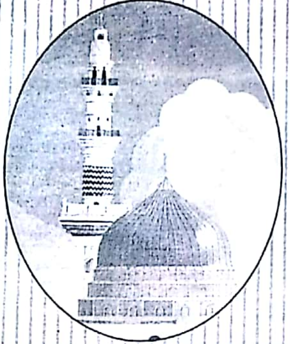

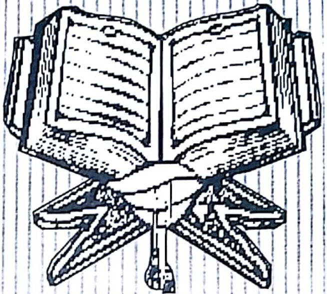

قرآن و سنت

کی حاکمیت چاہتے ہیں

شیخ ناصر، شیخ عبدالستار گلی نمبر 1 بالمقابل رحمان مارکیٹ منٹگمری
بازار، فیصل آباد فون 617057-611857

تاجران : کاٹن یارن اینڈ پی سی یارن

وحی لامبدّل ہوتی ہے

جب اُن کفار پر ہماری کھری کھری باتیں بیان کی جاتی ہیں، جن کا اس بات پہ ایمان نہیں ہے کہ انہیں واپس ہماری بارگاہ میں حاضر ہونا ہے وہ کہتے ہیں کوئی اور قرآن لائیے یہ باتیں مت کیجئے۔ اے میرے حبیب ﷺ انہیں کھول کر بتا دیجئے کہ میں اس میں اپنی طرف سے کوئی تبدیلی نہیں کر سکتا۔ تمہارا سمجھوتہ رہے یا نہ رہے۔ تم برداشت کرو نہ کرو۔ تم آرام سے رہو یا لڑائی کرو تم ہمیں مکہ میں رہنے دو یا شہر سے نکال دو کچھ بھی ہو جائے جو کچھ قرآن میں نازل ہوتا ہے وہ مجھے بیان کرنا ہے۔ یہ میری ذمہ داری ہے میں اللہ کا رسولؐ ہوں جو اللہ کا فرمان ہوگا وہ میں بیان کروں گا اور اُس میں تبدیلی کرنا میرے اختیار میں نہیں ہے۔

امیر محمد اکرم اعوان
دارالعرفان منارہ، ضلع چکوال 22-8-03

بسم اللہ الرحمن الرحیم٥

واذا تتلی علیھم ایاتنابینت قال الذین لا یر جون لقآء نا ائت بقران غیر ھذآ اوبدلہ ٥ قل مایکون لی ان ابدلہ من تلقائی نفسی ان اتبع الا مایوحی الی انی اخاف ان عصیت ربی عذاب یوم عظیم٥ یونس ١٥

دارِدنیا میں دو ہی مذہب ہیں۔ دو ہی طریقے ہیں اور دو ہی طرزِ حیات ہیں اور دو ہی قومیں آباد ہیں۔ آقائے نامدار ﷺ کی بعثت ساری انسانیت کے لئے تھی اور آپ ﷺ کی بعثت عالی کے بعد انسانیت دودھڑوں میں بٹ گئی۔ ایک وہ جنہیں نورِ ایمان نصیب ہوا وہ مسلمان اور مومن کہلائے، دوسرے وہ جنہوں نے انکار کر دیا اور کافر کہلائے۔ اب کفر کی کتنی قسمیں ہیں کتنے کافرانہ عقائد ونظریات ہیں ایک دوسرے سے الگ لیکن ارشادِ نبوی ﷺ ہے۔ الکفر ملۃ الواحدۃ۔ اوکما قال رسول اللہ ﷺ کہ کفر کسی قسم کا بھی ہے ایک ملت ہے اُس کے نظریات میں اختلاف ہو سکتا ہے اُن کے کردار میں اختلاف ہو سکتا ہے لیکن بحیثیت کفر یا بحیثیت ملت یا بحیثیت قوم وہ سب ایک ہیں۔ الکفر ملۃ الواحدۃ۔ کفر ایک ہی ملت ہے ایک ہی قوم ہے اور دوسری قوم دنیا میں مسلمان ہے۔ درمیان میں کوئی سمجھوتے کا راستہ نہیں ہے کوئی

کفر کسی قسم کا بھی ہے ایک ملت ہے، اُس کے نظریات میں اختلاف ہو سکتا ہے اُن کے کردار میں اختلاف ہو سکتا ہے لیکن بحیثیت کفر، بحیثیت ملت، بحیثیت قوم وہ سب ایک ہیں۔

ایسی تیسری قوم نہیں جو عند اللہ مقبول ہو اور جس کا راستہ کوئی درمیانی ہو۔ ایسا ہرگز نہیں ہوتا بلکہ قرآنِ حکیم میں جب بت پرستی کی مذمت اور بتوں کی بے بسی اور مجبوری کی باتیں نازل ہوئیں تو مشرکین مکہ نے اپنے سرداروں کا ایک بڑا عظیم وفد تشکیل دیا اور بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضر ہوئے اور یہ کہا کہ جی ہم میں اور آپ ﷺ میں ایک درمیانی راہ نکل سکتی ہے آپ ﷺ اپنے مذہب پر عمل کرتے رہیں ہم اپنے مذہب پر عمل کرتے رہیں اور ایک ہی جگہ گزارا ہو سکتا ہے۔ اس لئے کہ حضور ﷺ کی بعثت سے پہلے مکہ مکرمہ میں یا سارے عرب میں کوئی ایک عقیدہ نہیں تھا۔ مختلف عقائد ونظریات تھے، جن میں یہود اور نصاریٰ دو ایسی قومیں تھیں جو اہل کتاب تھیں اور ابھی تک اپنے دین میں بے شمار تبدیلیاں کرنے کے باوجود تورات اور انجیل سے چمٹے ہوئے تھے اور اب تک چمٹے ہوئے ہیں۔ اسی طرح کوئی جنوں کی پوجا کرتا تھا، کوئی فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں کہہ کر پوجتا تھا، کوئی سورج پوجتا تھا، کوئی آگ کی پرستش کرتا تھا، کچھ لوگ بتوں کو پوجتے تھے تو یہ سارے لوگ جن کے اتنے مختلف نظریات اور عقیدے تھے ایک معاشرے میں گزارا کرتے تھے، ایک طرح کا اُن کا نظام تھا، ایک طرح کا قانون آئین دستور تھا اُس میں وہ ایک دوسرے کی بات قبول کرتے تھے۔

اسلام جب آیا تو اسلام نے سب باتوں

کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا کہ یہ حق ہے اور یہ باطل ہے باطل کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ وہ حاضر اس لئے ہوئے کہ جہاں تک مذہب کا تعلق ہے آپ جس اللہ کی بات کرتے ہیں' جس رب کی بات کرتے ہیں' جس پروردگار کی بات کرتے ہیں ہم اُس کی شان میں گستاخی نہیں کریں گے آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے پیروکار اُس کی عبادت کریں ہم اُس میں رکاوٹ نہیں ڈالیں گے۔ آپ ﷺ جس چیز کو حلال سمجھتے ہیں وہ کھائیں جسے نہیں کھانا چاہتے نہ کھائیں ہم اُس میں ناراض نہیں ہوں گے لیکن جن کی پوجا ہم کرتے ہیں اُن کو آپ ﷺ اس طرح بے آبرو نہ کریں۔ جنہیں ہم نے اپنا معبود مانا ہوا ہے آپ ﷺ یہ نہ کہیں کہ یہ مکھی بھی نہیں اُڑا سکتے تو یہ تو اُنکی توہین ہے۔ آپ ﷺ یکسر کہتے ہیں کہ یہ باطل ہیں یہ جھوٹ ہیں ان کو ماننا کفر ہے اور کفر کا نتیجہ جہنم ہے یا جو کچھ ہم ان پہ نذرانہ چڑھاتے ہیں آپ ﷺ کہتے ہیں حرام ہے یہ کھانا درست نہیں تو اتنی مہربانی کریں کہ اپنے طریقے کی تبلیغ تو کریں لیکن جو کچھ ہم کرتے ہیں اُسے آپ ﷺ رد نہ فرمائیں' اُسے چھوڑ دیں آپ ﷺ اُس کی بات ہی نہ کریں' ہم غلط کرتے ہیں صحیح کرتے ہیں یہ ہمارا مسئلہ ہے ہم آپ ﷺ کو چھوڑ دیں گے کہ آپ ﷺ جو کہتے ہیں وہ غلط ہے یا صحیح ہے وہ آپ ﷺ کا مسئلہ ہے جس کا جی چاہے وہ آپ ﷺ کی بات مان لے جس کا جی چاہے ہماری بات مان لے اس طرح تو گزارا ہوتا رہے گا۔ رب جلیل نے اس کا جواب ارشاد فرمایا اور اس واقعہ کو ارشاد فرمایا قرآن کریم نے واذا تتلی علیھم ایاتنا بینت. جب اُن کفار پر ہماری کھری کھری باتیں بیان کی جاتی ہیں' جب حقائق کھول کر اور واضح بیان کئے جاتے ہیں۔ قال الذین لا یرجون لقاء نا ائت بقرآن غیر ھذا. تو جن کا اس بات پہ ایمان نہیں ہے کہ انہیں واپس ہماری بارگاہ میں حاضر ہونا ہے وہ کہتے ہیں کوئی اور قرآن لائیے' یہ باتیں مت کیجئے' اس طرح کی باتیں ہمیں نہ

ان سے کہہ دو کہ میں بھی اگر اپنے پروردگار کی نافرمانی کروں تو میں یوم عظیم کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔

سنائیے اور کوئی قرآن لائیے یا اس قرآن میں تبدیلی کیجئے۔ جو باتیں ہمارے بتوں کی شان میں سختی کرتی ہیں اور گستاخی سمجھی جاتی ہیں انہیں کاٹ دیجئے۔ ہمیں ہمارے حال پہ رہنے دیجئے آپ ﷺ اپنا کیجئے' ہمیں اپنا کرنے دیجئے۔ تو ارشاد باری ہوا۔

قل مایکون لی ان ابدله من تلقای نفسی. اے میرے حبیب ﷺ انہیں کھول کر بتا دیجئے کہ میں اس میں اپنی طرف سے کوئی تبدیلی نہیں کر سکتا۔ تمہارا سمجھوتہ رہے یا نہ رہے تم برداشت کرو یا نہ کرو' تم آرام سے رہو یا لڑائی کرو' تم ہمیں مکہ میں رہنے دو یا شہر سے نکال دو کچھ بھی ہو جائے جو کچھ قرآن میں نازل ہوتا ہے وہ مجھے بیان کرنا ہے۔ یہ میری ذمہ داری ہے میں اللہ کا رسول ﷺ ہوں جو اللہ کا فرمان ہوگا وہ میں بیان کروں گا اور اُس میں تبدیلی کرنا میرے اختیار میں نہیں ہے۔

ان اتبع الا مایوحی الی. اور یہ سن لو میں وہی کچھ کرتا ہوں جو کرنے کا مجھے اللہ بذریعہ وحی حکم دیتا ہے وہی کہتا ہوں جو کہنے کا وہ حکم دیتا ہے اور وہی کرتا ہوں جو کرنے کا وہ حکم دیتا ہے۔ میں تو اتباع کرتا ہوں اطاعت کرتا ہوں۔ ان اتبع الا مایوحی الی. اُس بات کی اطاعت کرتا ہوں جو مجھ پر بذریعہ وحی نازل ہوتی ہے اور یہ بھی یاد رکھو میں اللہ کا رسول ﷺ ہوں اور میرا فرض رسالت یہ ہے کہ میں کامل ترین اطاعت کروں۔

انی اخاف ان عصیت ربی عذاب یوم عظیم o ان سے کہہ دو کہ میں بھی اگر اپنے پروردگار کی نافرمانی کروں تو میں یوم عظیم کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔ اللہ اللہ

وہ ہستی جس کی شفاعت کے بھروسے پہ پورا عالم اسلام، آدم علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لیکر قیامت تک آنے والے ہر مسلمان، ہر امتی، ہر نبی، کی نظر ہے۔ ایک حدیث میں حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ میدانِ حشر کی شدت تپش اور غضب سے پریشان ہو کر اللہ کے بندے آدم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں

گے اور صرف یہ درخواست کریں گے کہ دعا فرمایئے حساب کتاب شروع ہو اور ختم ہو اور یہ یوم حشر جو ہے۔ یہ ہیبت ناک دن جو ہے یہ ختم ہو جائے جنت والے جنت جائیں۔ دوزخ والے دوزخ جائیں۔ ہم کسی کی سفارش نہیں کرواتے کہ اسے دوزخ کی بجائے جنت بھیجا جائے یا اسے معافی دی جائے یا اس کے درجات بڑھائے جائیں ہم صرف یہ چاہتے ہیں کہ یہاں تو ساری دنیا کا کلیجہ حلق میں اٹکا ہوا ہے۔ آپ ﷺ اتنی سفارش کر دیجئے کہ اے اللہ یہ حساب کتاب ختم کر دے اور لوگوں کو جسے جنت بھیجنا ہے بھیج' یہ عرصہ محشر میں کھڑا رہنا ممکن نہیں ہے تو حضور ﷺ فرماتے ہیں آدم علیہ السلام کہیں گے کہ میں یہ جرات نہیں کرتا اُسے پتہ ہے اُس نے خود یوم حشر مقرر کیا ہے۔ وہ اپنی مخلوق کے حال سے بھی واقف ہے وہ نیکوں سے بھی واقف ہے بدکاروں سے بھی واقف ہے تمہاری جو یہ حالت ہو رہی ہے اس سے وہ تم سے اور مجھ سے زیادہ جانتا ہے میں تو بات نہیں کروں گا ہر اولوالعزم رسول کے پاس سے ہوتے ہوئے بالآخر طے ہوگا کہ محمد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں جاؤ آج کوئی دم نہیں مارے گا کوئی نبی، کوئی رسول، یہ تک دعا کرنے کو تیار نہیں ہے اور اتنی جرات نہیں کر رہا کہ یا اللہ یہ حساب کتاب لے اور یہ عرصہ محشر کو ختم کر۔ بھیج جسے جنت بھیجنا ہے' جسے دوزخ جانا ہے جائے اور یہ جو مخلوق یہاں انتظار میں تڑپ رہی ہے اور لرز رہی ہے اور ڈر رہی ہے تو یہ انتظار کی گھڑیاں تو ختم ہوں۔ سب انکار کر دیں گے تو کیا کیا جائے تو فرمائیں گے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں جاؤ حضور ﷺ فرماتے ہیں لوگ میرے پاس یہی درخواست لیکر حاضر ہوں گے تو آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ میں سجدے میں گر جاؤں گا اور مجھے وہ کلمات تعلیم کئے جائیں گے جو اُس سے پہلے مجھے نہیں آتے تھے اور وہ کلمات تعلیم کئے جائیں گے جو اُس سے پہلے مجھے نہیں آتے تھے اور اُن کلمات سے میں دعا کروں گا تب جا کر لوگوں کا حساب کتاب شروع ہوگا یعنی جس ہستی کی شفاعت کے متمنی انبیاء و رسل بھی ہیں اور جس کا ہر قدم' جس کا ہر لفظ' جس کی ہر حرکت و ہر سکون اطاعت الٰہی ہے وہ ہستی بھی واضح اعلان فرما رہی ہے کہ مجھے بھی نافرمانی کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

> کوئی بھی کام جو دین کے نام پر ثواب سمجھ کر کیا جائے اور اُس کی سند قرآن وسنت یا حدیث میں یا اتباع رسالت میں نہ ملتی ہو وہ بے دینی ہے اُس کو بدعت کہتے ہیں

میں یہ سمجھتا ہوں کہ اسلام کو سمجھنے کے لئے یہ ایک ایت کافی ہے۔ کہ جو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہتا ہے اُس کے پاس اُس کا اپنا اختیار اور اُس کی اپنی پسند باقی نہیں رہتی پھر اُسے وہی کرنا ہے جو اللہ کا حکم ہے جو اللہ کے نبی کا طریقہ ہے جو اللہ کے نبی کا فرمان ہے اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت سے باہر نکل کر کچھ سوچے تو وہ اسلام نہیں ہے ہر وہ قدم جو سنت کے خلاف ہوگا ہر وہ عمل جو حضور ﷺ کی اطاعت کے خلاف ہوگا ہر وہ رسم جو قرآنی احکام اور سنت نبوی ﷺ کے خلاف ہوگی اُس پر کتنا تقدس نچھاور کرتے رہیں گے وہ عذاب کا سبب بنے گا۔ یہاں تک کہ صحابہ کرام کا زمانہ تھا۔

عید کے دن حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم عید گاہ تشریف لے گئے تو لوگ پہلے پہنچنا شروع ہو جاتے ہیں عید کی نماز سے' انتظار کرنے لگ جاتے ہیں' پہلے آ گئے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا کہ ایک شخص نوافل پڑھ رہا ہے تو رُک گئے جب نماز سے فارغ ہوا تو پوچھا یہ کیا کر رہے تھے تم؟ میں اشراق کے نوافل پڑھ رہا تھا انہوں نے فرمایا' تمہارے دوزخ جانے کے لئے تمہارے یہ نوافل کافی ہیں۔ اُس نے کہا میں اللہ کی عبادت کر رہا ہوں نبی کریم ﷺ کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق نوافل اشراق ادا کر رہا ہوں انہوں نے فرمایا عید کے دن نبی کریم ﷺ نے اشراق ادا نہیں فرمائے اور تم عید کے دن اشراق پڑھ رہے ہو' تم مخالفت کر رہے ہو محمد رسول اللہ ﷺ کی اور جہنم جانے کے لئے یہی کافی ہے۔ کوئی ہے ایسا دنیا میں جو کہے کہ میرے پاس تو فرصت ہوتی ہے تو فجر کے صرف دو فرض کیوں میں تو چار پڑھ لوں گا دو کے چار پڑھے گا تو دو بھی نہیں ہوں گے اور چار پڑھنے کا جرم الگ ہوگا اور شاید بلکہ یقیناً سزا یہ تجویز ہوگی

کہ یہ مسلمان نہیں ہے اپنی مرضی سے ایک حکم بنا رہا ہے۔

کوئی بھی کام جو دین کے نام پر ثواب سمجھ کر کیا جائے اور اُس کی سند قرآن وسنت میں یا حدیث میں یا اتباع رسالت میں نہ ملتی ہو وہ بے دینی ہے۔ اُس کو بدعت کہتے ہیں بدعت کا لفظی مطلب ہوتا ہے نیا کام شروع کرنا، تو دین میں کوئی نیا حکم شروع کرنا کہنا جی یہ عبادت ہے اور وہ عبادت حضورﷺ نے نہ بتائی ہو' صحابہ نہ نہ بتائی ہو' سلف صالحین سے ثابت نہ ہو' قران وسنت سے ثابت نہ ہو اُسے عبادت کہا جائے فرمایا کل بدعتہ ضلالتہ. ایسا کام گمراہی۔ وکل ضلالتہ فی النار. اور ہر گمراہی جہنم میں جائے گی۔ اب ہم اپنی زندگیوں کا جائزہ لیں اور اپنی توقعات کو دیکھیں تو ہماری توقعات یہ ہوتی ہیں کہ ہم پر وہ کرم کیا جائے جو صحابہ کرامؓ پر نازل ہوا تھا' ہم کو اُس طرح فتوحات نصیب ہوں جس طرح صحابہ کبار کو ہوئی تھیں اور کردار دیکھا جائے تو قدم قدم پر ہم غیر اسلام اور کفر کے ساتھ سمجھوتہ کر چکے ہیں۔ قدم قدم پر ہماری زندگی سمجھوتوں کی زندگی ہے اور اُس کے لئے جواز تراشتے رہتے ہیں۔ آج بھی میرے پاس ایک خط تھا ہم پر کسی نے جادو کر دیا پھر ہم نے وہ گھر بیچ دیا اب دوسرا گھر لے لیا اب اس پر بھی کسی نے جادو کر دیا پھر ہم نے وہ گھر بیچ دیا اب دوسرا گھر لے لیا اب اس پر بھی کسی نے جادو کر دیا ہمارا یہ نقصان ہو گیا وہ نقصان ہو گیا ہے میں نے اُسے جواب میں لکھا ہے کہ کوئی کسی پر جادو نہیں کرتا ہر بندہ اپنے اوپر خود جادو کر رہا ہے تم نے مکان تو بدلا کیا تم نے اپنا کردار بھی بدلا۔ تم نے عقائد بھی درست کئے' تم نے اپنے نظریات بھی بدلے کہ کہاں غلط ہیں اُنہیں صحیح کرلوں' تم نے اپنا طرز عمل بدلا کہ میں کہاں بُرائی کرتا ہوں وہ چھوڑ دوں اور اللہ کی اطاعت کرلوں اور توبہ

تم اللہ کی اطاعت کرتے ہو تو بلاؤ بڑے سے بڑے جادوگر کو کہ وہ تمہارا بال بھی ٹیڑھا کر کے دکھائے۔ کون ایسا جادوگر ہے جو اللہ کے مقابلے میں آئے۔

کروں اپنی اصلاح کرلوں مکان بدلنے سے کیا ہوگا؟ اگر تم اپنے آپ پر خود جادو نہیں کرتے تم اللہ کی اطاعت کرتے ہو تمہارا عقیدہ درست ہے تم محمد رسول اللہﷺ کی سنتوں کے مطابق زندگی گزارتے ہو تو بلاؤ بڑے سے بڑے جادوگر کو کہ وہ تمہارا بال بھی ٹیڑھا کر کے دکھائے۔ کون ایسا جادوگر ہے جو اللہ کے مقابلے میں آئے کہ اللہ آرام پہنچانا چاہتا ہے اور وہ تکلیف دے سکتا ہو۔ کون ایسا جادوگر ہے کہ اللہ جسے خوشیاں دینا چاہتا ہے وہ اُس کی خوشی روک لے۔ میں نے کہا کوئی جادو نہیں کر رہا کسی پر' ہم خود اپنے آپ پہ جادو کرتے ہیں' ہم خود بُرائی کرتے ہیں' ہمارے نظریات تباہ ہو چکے ہیں' ہمیں عقائد تک کا پتہ نہیں۔

میں پنڈی تھا اس بیاری میں میڈیکل کالج کا پروفیسر مجھے بتا رہا تھا کہ ہمارے پاس جو بچیاں بچے میڈیکل کالج میں پڑھ رہے ہیں چوتھے چوتھے پانچویں پانچویں سال میں ڈاکٹر بننے والے ہیں اُن سے پوچھا جائے کہ حضرت محمدﷺ کون تھے؟ تو وہ کہتے ہیں ہم نہیں جانتے۔ ہم جانتے ہی نہیں' ماننا تو بعد کی بات ہے اور ہیں مسلمان ہی میرے آپ کے بچے ہیں۔ یعنی جس قوم کی حالت یہ ہے کہ اُس کی آنے والی نسل یہ جانتی ہی نہیں۔ جانتے تو کافر بھی ہیں مانتے نہیں اور جو جانتے ہی نہیں وہ مسلمان ہیں۔ اب اگر ایسے لوگوں پہ عذاب الٰہی آتا ہے۔ آپ کیا سمجھتے ہیں امریکہ نے یہ کر دیا' یورپ نے وہ کر دیا' کسی نے کچھ نہیں کیا یہ اللہ کا عذاب ہے وہ بارش کی صورت میں بھیج دے' ہوا کی صورت میں بھیج دے' بیماری کی صورت میں بھیج دے یا کفار کو ہم پر سوار کر دے۔ خنزیر کھانے والے شراب پینے والے فاسق وفاجر رات دن زنا اور بدکاری میں ڈوبے رہنے والے ہمارے آقا اور ہم اُن کے غلام اُن کے اُترے ہوئے کپڑے پہننا فخر سمجھتے ہیں۔ اُن کا بچا ہوا کھانا کھانا ہم اپنے لئے باعث فخر سمجھتے ہیں یہ مسلمان ہے حکومتیں آتی ہیں اور حکمران اعلان کرتے ہیں اتنے ارب ڈالر اتنے کروڑ ڈالر وہ ہمیں خیرات میں دیں گے کیا یہ کامیابی ہے حکومت کی۔ کیسی مسلمانی ہے؟ جس سے ہم چمٹے ہوئے ہیں اور اس کردار کے ساتھ

جب ہم پہ کوئی گرفت آتی ہے، جب ہمیں جوتے پڑتے ہیں ...... یہ تو اُس کا کرم ہے الحمدللہ یہ تو اُس کا کرم ہے کہ پھر بھی توبہ کا دروازہ اُس نے بند نہیں کیا اور اپنا پیغام بھی ہم تک پہنچا ہی رہا ہے کسی نہ کسی طرح اللہ کا کوئی نہ کوئی بندہ اللہ کا پیغام اور اللہ کے نبی ﷺ کا پیغام پہنچا ہی رہا ہے یہ بھی اُس کا کرم ہے کہ اُس نے یہ راستے بند نہیں کئے کہ تم اس قابل ہی نہیں ہو کہ تمہارے کانوں میں اذان کی آواز پڑے، تم اس قابل ہی نہیں ہو کہ تمہارے سامنے میرا نام لیا جائے۔ تو میرے بھائی کوشش کرو کہ زندگی کے ہر لمحے کو حضور اکرم ﷺ کی غلامی میں ڈھال لو۔ انسانی کمزوریاں اپنی جگہ بندے سے نہیں ہوسکتا یہ الگ بات ہے لیکن اُس کی نیت اور اُس کا ارادہ تو ہو کہ میں کروں گا ایسا ہی جیسا مجھے حضور ﷺ نے کرنے کا حکم دیا ہے۔ کم از کم بندے کا اپنا جو ارادہ، اُس کی جو خواہش، اُس کی جو رضا، اُس کی جو پسند، جو خوشی ہو وہ تو یہ ہو کہ مجھے اللہ اور اللہ کے حبیب ﷺ کی غلامی کرنا ہے۔ اور جہاں اپنے بچوں کی اتنی فکر ہے کہ اُن کا کیا ہوگا؟ انہیں تعلیم دی جائے انہیں پڑھایا جائے انہیں اچھے لباس اور اچھا کھانا وہاں انہیں اچھا ایمان بھی دو کہ انہیں پال پوس کر جہنم کا ایندھن بنانے کا کیا فائدہ؟ سب سے بھلا چاہنے والا اولاد کا وہ ہے جو اُس کے لئے صحیح ایمان اور اچھے کردار کی بھی کوشش کرے۔ زندگی سب سے زیادہ بے بھروسہ چیز ہے کوئی بھی لمحہ کسی کے لئے بھی آخری لمحہ ثابت ہوسکتا ہے۔ کسی کے پاس کوئی ضمانت نہیں۔ اس لئے ہر لمحے کو توبہ سے مزین رکھو۔ درود شریف پڑھا کرو اور جتنا زیادہ پڑھ سکو پڑھا کرو اطاعت کی توفیق نصیب ہوتی ہے اس سے اور گناہ معاف ہوتے ہیں اصلاح کی طلب بڑھتی ہے توفیق عمل نصیب ہوتی ہے اللہ سے استغفار کیا کرو کہ وہ بہتر بخشنے والا ہے اور اپنی نگاہیں آخرت پر رکھو تو دنیا و آخرت دونوں ملیں گی اور جو آخرت کو چھوڑ کر صرف دنیا کے پیچھے بھاگیں گے آخرت تو انہوں نے چھوڑ ہی دی، دنیا ملے گی نہیں بھاگتے بھاگتے تانگے کے گھوڑے کی طرح دم توڑ جائیں گے۔

جب ہم پر کوئی گرفت آتی ہے، جب ہمیں جوتے پڑتے ہیں...... یہ تو اُس کا کرم ہے الحمدلله یہ تو اُس کا کرم ہے کہ پھر بھی توبہ کا دروازہ اُس نے بند نہیں کیا اور اپنا پیغام بھی ہم تک پہنچا ہی رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ توفیق عمل عطا فرمائے ہمارے گناہوں سے درگزر فرمائے اور ہماری ٹوٹی پھوٹی نیکیاں قبول فرمائے۔ آمین

قوت سلسلہ

یہ نسبت اویسیہ امت محمدیہ میں برکات نبوی ﷺ کا سمندر ہے۔ کسی بھی سلسلے میں سوائے خلیفہ مجاز اور صاحب مجاز کے کسی دوسرے کو کہو کہ وہ کسی آدمی کو ایک قلب ہی کرا دے اور وہ جو خلیفہ مجاز ہوگا وہ بھی ایک قلب کروانے کے لئے سالوں کا عرصہ لگوائے گا۔ بے شمار پابندیاں لگائے گا۔ اس سلسلہ عالیہ میں جو آج یہاں سے لطائف سیکھ کر جاتا ہے سارے گھر والوں کو بٹھا کر ذکر کرائے سب کے لطائف جاری ہو جائیں گے۔ نہ وہ صاحب مجاز ہے، نہ اسے کوئی منصب ملا ہے، نہ اس کے پاس کوئی مقامات ہیں۔ ایک دن، دو دن یا ایک رات رہا اور اس نے توجہ لی۔ اپنے لطائف پر ذکر کرتا ہوا گیا اسے کہو جا کر ہزار آدمیوں کو بٹھا کر توجہ دے سب کے لطائف جاری ہو جائیں گے۔

فرمایا۔ یہ جو بعض کتابوں میں ہمیں مل جاتا ہے کہ فلاں بزرگ نے فلاں جگہ سے فیوضات حاصل کئے اور سلوک تمام کر دیا۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ اکثر لوگ اس کی وسعت سے واقف نہیں ہوتے۔ یہ تمام ہونے والا راستہ ہی نہیں۔ یہ ایک ایسی راہ ہے جو ابدالا باد تک چلتی رہے گی اور کبھی ختم نہ ہوگی حتیٰ کہ رسول اکرم ﷺ کے درجات ہر آنے والی ساعت میں پہلے سے بلند ہوں گے۔ یعنی کوئی انتہا نہیں ہے۔ قرب الٰہی کا کوئی ایسا مقام نہیں آتا کہ جہاں آدمی پہنچے اور آگے رب جلیل تشریف فرما ہوں اور انسان کروڑوں سفر بھی تیزی سے کرتا رہے سفر ہی کرتا رہے گا اور ان وسعتوں میں چلتا ہی رہے گا۔

اقتباس از کنز الطالبین

جرأت رندانہ

پتراجایا' ملایشیا میں 16 اکتوبر 2003، دسویں اسلامی سربراہ کانفرنس ہوئی۔ اس موقع پر عالم اسلام کو درپیش مسائل پر وزیراعظم ملایشیا مہاتیر محمد نے حقیقت پسندانہ بے باک تجزیہ کیا۔ اُن کی تقریر جرات وبے باکی کا سمندر تھی۔ ہم نے کوشش کی ہے کہ ان کی تقریر کا زیادہ سے زیادہ حصہ قارئین تک پہنچایا جائے۔ (ادارہ)

دنیا پر یہودی حکمران ہیں مسلمان طاقت اور عقل سے انہیں شکست دیں، مہاتیر محمد

تھوڑے سے یہودی سوا ارب مسلمانوں کو شکست نہیں دے سکتے وہ دوسروں کو اپنے لئے حاصل کرتے اور انہیں مرواتے ہیں' وہ غلطیاں کر رہے ہیں اور مزید کریں گے مسلمان انہیں ہرا سکتے ہیں

اسلام کے دشمن ہمیں مارتے' ہمارے مقدس مقامات کی بے حرمتی ہماری توہین کرتے اور ہماری حکومتوں کے تختے الٹتے ہیں' ہمارے ممالک پر قبضہ کیا جاتا اور ہمارے عوام کو بھوکا مارا جاتا ہے

ہمارے حکمرانوں نے اسلامی اتحاد کی کبھی کوشش نہیں کی' ہماری جماعتیں بھی اپنا اسلام مانتی دوسروں کا مسترد کرتی ہیں۔ ہمیں دینی تعلیم کے ساتھ سائنس اور حساب پر بھی توجہ دینا ہوگی

پتراجایا' ملایشیا (ریڈیو نیوز' اے پی' اے ایف پی رپورٹ) اسلامی کانفرنس تنظیم کی 10 ویں سربراہی کانفرنس جمعرات کے روز ملایشیا کے وزیراعظم ڈاکٹر مہاتیر محمد کے خطاب سے شروع ہوگئی۔ ڈاکٹر مہاتیر نے اپنی تقریر میں دنیا بھر کے مسلمانوں کے مفادات کے تحفظ کے لئے مسلم امہ کے درمیان اتحاد کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے کہا کہ آج پوری امہ سے ہتک آمیز سلوک کیا جاتا ہے ہمارے مذہب کو رسوا کیا جاتا ہے ہمارے مقدس مقامات کی بے حرمتی کی جاتی ہے ہمارے ممالک پر قبضہ کیا جاتا ہے ہمارے عوام بھوکے مارتے جاتے ہیں ڈاکٹر مہاتیر محمد نے مسلم امہ کی حالت زار بیان کرتے ہوئے مسلمانوں پر اپنی صفوں میں اتحاد اور مشترکہ موقف اپنانے پر زور دیتے ہوئے کہا کہ اگر تمام مسائل پر نہیں تو کم از کم کچھ بڑے مسائل پر اتحاد ضرور ہونا چاہئے۔ انہوں نے کہا یوں تو ہم سب جبر اور تذلیل کا نشانہ بنے ہوئے ہیں لیکن اللہ تعالی نے ہم میں سے جن کو دوسرے مسلمانوں سے ممتاز کرتے ہوئے اپنے ممالک پر حکمرانی دی ہے۔ ان لوگوں نے بھی کبھی اس اخوت اور اتحاد کے لئے کوئی ایسی حقیقی کوشش نہیں کی جس کا درس ہمیں اسلام دیتا ہے۔ ڈاکٹر مہاتیر محمد نے مسلمانوں کی موجودہ حالت زار کا ذمہ داران نئی تشریحات کو قرار دیا جن کے ذریعے مسلمانوں کو حصول علم کے خلاف سبق دیا جاتا ہے اور کہا کہ یہ تشریحات صرف دینی تعلیم پر زور دیتی ہیں اور سائنس وادویات کے مطالعہ کی حوصلہ شکنی کرتی ہیں ڈاکٹر مہاتیر محمد نے مسلمانوں کی پسماندگی کی وجوہات بیان کرتے ہوئے کہا کہ دوسری جنگ عظیم کے خاتمہ کے بعد مسلمانوں نے بھی مغربی جمہوری نظام کو قبول کر لیا۔ اس وجہ سے بھی مسلمان منقسم ہو گئے کیونکہ ہم نے جن سیاسی پارٹیوں اور سیاسی گروپوں کی تشکیل کی ان میں سے کچھ نے اسلام کو صرف اپنے لئے ہی مخصوص کر لیا اور دوسری پارٹیوں کے اسلام کو مسترد کر دیا اور حصول اقتدار میں ناکامی پر جمہوریت کے نتائج کو بھی قبول کرنے سے انکار کیا پھر ایسی سیاسی پارٹیاں اور گروپ تشدد پر اتر آئے اور اس طرح اسلامی ممالک کو عدم استحکام اور کمزوری سے دوچار کیا۔ ڈاکٹر مہاتیر محمد نے انتہا پسندی پر شدید تنقید کرتے ہوئے مسلمانوں پر زور دیا کہ وہ ایک دوسرے کو مارنے کی بجائے اپنی حالت کو بہتر بنانے کے موثر طریقے تلاش کریں۔ ڈاکٹر مہاتیر محمد نے اپنے افتتاحی خطاب میں یہودیوں پر بھی شدید تنقید کرتے ہوئے کہا کہ مسلمان دنیا پر بالواسطہ (پراکسی) حکمرانی کرنے والے یہودیوں کو طاقت کے ساتھ صرف ذہنی صلاحیتوں کے استعمال سے ہی شکست دے سکتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ مسلمان یہودیوں کے بڑھتے ہوئے غرور اور تکبر سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ یورپ والوں نے ایک کروڑ بیس لاکھ یہودیوں میں سے ساٹھ لاکھ مار دیئے تھے لیکن آج یہودی دنیا پر بالواسطہ (پراکسی) حکمرانی کر رہے ہیں وہ لڑائی کے لئے دوسروں کو استعمال کر کے اپنے لئے جانیں دینے کے لئے لڑاتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ چند لاکھ یہودی دنیا بھر کے ایک ارب تیس کروڑ مسلمانوں کو شکست نہیں دے سکتے۔ ڈاکٹر مہاتیر محمد نے کہا کہ یہودی اپنی طاقت اور بظاہر اپنی کامیابی کی وجہ سے متکبر ہو گئے ہیں۔ غصہ کھانے والوں کی طرح متکبر بھی غلطیاں ہی کریں گے۔ اور عقل کا استعمال بھول جائیں گے یہودیوں نے غلطیوں کا آغاز بھی کر دیا اور وہ مزید غلطیاں کریں گے۔ مسلمانوں کے لئے اب اور آئندہ مواقع پیدا ہو سکتے ہیں ہمارے لئے ان مواقع سے فائدہ اٹھانا ضروری ہے۔ ڈاکٹر مہاتیر محمد نے کہا کہ گزشتہ پچاس برس سے زیادہ عرصہ کے دوران فلسطین میں لڑائی کا کوئی نتیجہ نہیں نکلا بلکہ درحقیقت ہمارے لئے صورتحال خراب ہوئی ہے۔ انہوں نے کہا کہ قرآن مجید ہمیں یہ تعلیم دیتا ہے کہ جب دشمن امن کے لئے رجوع کرے تو ہمارا ردعمل بھی مثبت ہونا چاہئے۔ انہوں نے کہا کہ مسلمانوں کو ظلم وجبر کے خلاف یہودیوں کے ردعمل کی تقلید کرنی چاہئے۔ یہودیوں نے نسل کشی کے دو ہزار سالوں کے دوران جوابی کارروائی کرنے کی بجائے اپنے تدبر اور سوچ کے باعث اپنا وجود برقرار رکھا۔ ہم یہودیوں کے ساتھ صرف طاقت کے بل پر نہیں لڑ سکتے ہمیں اس کے لئے اپنے دماغ بھی استعمال کرنے ہوں گے۔ ڈاکٹر مہاتیر محمد نے مسلمانوں پر زور دیا کہ وہ اپنی مذہبی تعلیم کے ساتھ سائنس اور حساب پر بھی توجہ دیں کیونکہ ہمیں اپنے دفاع کے لئے ٹینکوں' طیاروں' بموں' راکٹوں' جنگی جہازوں اور توپوں کی ضرورت ہے۔ ڈاکٹر مہاتیر محمد نے مسلمانوں پر مغربی دنیا کی وسیع یلغار کے حوالے سے کہا کہ اسلام کے دشمن ہم پر حملہ کر کے ہمیں مارتے ہیں۔ ہماری سرزمین پر دھاوا بولتے ہیں اور ہماری حکومتوں کا خاتمہ کرتے ہیں۔ وزیراعظم ڈاکٹر مہاتیر محمد نے اس ماہ کے آخر میں اپنی ریٹائرمنٹ سے قبل کسی بین الاقوامی فورم پر اپنی آخری حاضری کے موقع پر اپنی پرجوش تقریر میں گو یہودیوں کو تنقید کا نشانہ بنایا تاہم ان کی یہ تقریر اسلامی سربراہی کانفرنس کے عمومی مقصد کے مطابق تھی کیونکہ مسلمان ممالک یہ محسوس کرتے ہیں کہ امریکہ کی قیادت میں دہشت گردی کے خلاف جنگ دراصل اسلام کے خلاف جنگ ہے۔ بی بی سی اور اے ایف پی کے مطابق مہاتیر محمد نے اسلامی دنیا پر زور دیا کہ وہ یہودیوں سے مقابلہ کرنے کیلئے اپنے قوت بازو کے علاوہ عقل کا بھی استعمال کریں جو دنیا پر حکمرانی کر رہے ہیں۔ ملایشیا کے وزیراعظم نے مسلمانوں کو اپنی عسکری طاقت بڑھانے کیلئے بھی کہا۔ مہاتیر محمد نے کہا کہ آج یہودی دنیا پر پراکسی حکمرانی کر رہے ہیں۔ وہ دوسرے لوگوں کو اپنے لئے حاصل کرتے ہیں اور انہیں مرواتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ مسلمان اپنا دفاع اور طاقت استعمال کر کے انہیں شکست دے سکتے ہیں۔ اسلامی سربراہی کانفرنس میں مسلمان ممالک کے سربراہوں کے علاوہ روس کے صدر ولادی میر پوٹن اور فلپائن کی خاتون صدر گلوریا بھی ملایشیا کی حکومت کی خصوصی دعوت پر کانفرنس میں شریک ہیں۔ ☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ذکر قلبی کی اہمیت

وضو خود فرض نہیں ہے لیکن جب نماز کا وقت ہوتا ہے تو نماز کیلئے وضو فرض ہو جاتا ہے۔ اسی طرح سے ذکر جب فرض عین ہے تو اس کی تلاش فرض ہو جاتی ہے اور کہیں مل جائے تو پھر سیکھنا فرض ہو جاتا ہے بعض چیزیں خود فرض نہیں ہوتیں فرض سے ملکر بالواسطہ فرض ہو جاتی ہیں۔

امیر محمد اکرم اعوان

دارالعرفان منارہ، ضلع چکوال 15-08-2003

بسم اللہ الرحمن الرحیمo

واذکرربک فی نفسک تضرعا وخیفتہ ودون الجہرمن القول بالغدو والاصال ولاتکن من الغفلینo

نواں پارے میں سورۃ اعراف کی آخری سے پہلی آیت کریمہ ہے۔ قرآن کریم میں جو عبادت بھی قرآنی آیت سے ثابت ہے وہ فرض ہے۔ جتنی عبادات قرآن سے ثابت ہیں وہ فرض عین ہیں اور تمام عبادات کی حدود وقیود متعین ہیں۔ قرآن میں اجمال ہے حدیث شریف میں اور سنت خیر الانام ﷺ میں اسکی تمام حدود وقیود واضح ہوتی ہیں۔ قرآن نے اگر نماز پڑھنے کا حکم دیا تو اس کے اوقات اس کی رکعتوں کی تعداد اس میں رکوع وسجود اس میں قیام، جلوس اس کے سارے فرائض کے ساتھ اس میں سنتیں مستحبات واجبات سب کچھ نبی رحمت ﷺ نے واضح فرما دیئے اس طرح روزہ فرض ہے قرآن حکیم نے اجمالاً اوقات کی تعین بھی کر دی رمضان کے مہینے کی نشاندہی بھی فرما دی لیکن اور بہت سی حدود وقیود کہ روزہ صرف پیٹ کا نہیں زبان کا بھی ہونا چاہئے۔ کانوں کا بھی ہونا چاہئے۔ غلط بات سنی نہ جائے غلط بات کی نہ جائے نبی رحمت ﷺ نے مستحبات تک واضح فرما دیئے۔ جہاد ہو حج ہو زکوۃ ہو تمام عبادات کے اوقات مقرر ہیں حدود وقیود مقرر ہیں۔

ایک عبادت ذکر الٰہی اللہ کی یاد اور

علم ظاہر اور اس پر عمل حصول کیفیات باطنی کے لئے از حد ضروری ہے۔

وذکر و اسم ربک

اللہ کے اس ذاتی نام کا ذکر کر یعنی اللہ اللہ اللہ کرتے رہو۔ وتبتل الیہ تبتیلا o اس حد تک اُسے لے جاؤ کہ اللہ کے سوا مخلوق تمہاری نگاہوں سے اوجھل ہو جائے صرف اللہ ہو اور تم، تبتل ہوتا ہے انقطاع، کٹ جانا الگ ہو جانا فرمایا اس طرح کٹ جاؤ مخلوق سے جیسے کٹ جانے کا حق ہوتا ہے اور اس عبادت میں نہ وقت کا تعین ہے نہ کسی دوسری عبادت کو اسکا متبادل قرار دیا گیا بلکہ ذکر کثیر کا حکم اکثر مقامات پہ ملتا ہے اب اسی آیت کریمہ کو آپ دیکھ لیں ارشاد ہوتا ہے۔

واذکر ربک فی نفسک

اپنے پروردگار کا ذکر دل ہی دل میں کرتے رہو۔

تضرعاو خیفتہ و دون الجہر من القولo

تضرعا نہایت عاجزی سے یہ جانتے ہوئے کہ میں ایک حقیر مخلوق ہوں اور وہ رب العالمین ہے اور اس بات سے ڈرتے ہوئے کہ کہیں میں اس کی نافرمانی کی زد میں نہ آؤں وذون الجہر من القول اور بغیر لوگوں کو سنائے بغیر آواز نکالے بالغدو والاصال ایک انگریزی کا لفظ ہے Round the clock جب انہیں کہنا ہو کہ یہ کام ہر وقت کرتے رہو تو انگریزی میں ایک جملہ استعمال ہوتا ہے کہ Round the clock یہ ایسا کام ہے کہ یہ رات دن

کسی وقت رکے گا نہیں یہ کرتے رہو یہ جو Round the clock ہے اسکو عربی میں کہتے ہیں بالغدو والاصال لفظی ترجمہ تو بنتا ہے صبح شام لیکن مراد یہ ہوتی ہے کہ دن یا رات کا کوئی حصہ اس کام کو رکنا نہیں چاہیے۔ پھر آگے جو قید لگائی وہ یہ ہے کہ ولا تکن من الغفلین o

اور کبھی بھی اپنے آپ کو غافلوں میں شامل نہ کرنا۔ اب کسی کی پوری عمر غفلت میں بیت جاتی ہے یہ بھی غفلت ہے' کوئی سالوں کے حساب سے اللہ سے غافل رہتا ہے' برسوں غافل رہتا ہے وہ بھی غفلت ہے' کوئی ایک نماز چھوڑ دیتا ہے' چار پڑھ لیتا ہے' تو یہ بھی غفلت' چار دفعہ تو حاضر ہوا بارگاہ ربی میں ایک دفعہ سستی کر گیا کہیں مصروف تھا نہیں پڑھی تو غفلت ہو گئی۔ اس طرح جب ذکر ہر وقت کرنے کا حکم ہے تو جو لمحہ ذکر سے غافل ہوگا وہ غفلت ہو جائے گی صوفیاء کہتے ہیں

جو دم غافل سو دم کافر

- کفر کا معنی ہوتا ہے ناشکری، تو صوفیاء کا قول ہے کہ جو دم اللہ کے ذکر کے بغیر نکلے یہ ناشکری ہے میں ایک دن فتاویٰ مہریہ دیکھ رہا تھا تو اسمیں ذبیح کا مسئلہ کسی نے پیر مہر علی شاہؒ سے پوچھا کہ جانور کو جب ذبح کیا جائے تو اس وقت اللہ اکبر کہنا ضروری ہے یا اگر اس کا دم نکل جائے اور پتہ نہ چلے اور پھر بعد میں کوئی اللہ اکبر پڑھے تو انہوں نے فرمایا جب جانور مرجائے اسمیں جان باقی نہ ہو تو پھر اللہ اکبر پڑھنے کا کیا فائدہ یعنی اس کا دم جو نکلا تو وہ تو بغیر اللہ کے نام کے نکل گیا وہ تو حرام ہو گیا اب حرام پر اللہ اکبر پڑھتے رہو وہ تو جائز نہیں ہوگا ہاں اس میں زندگی کا اثر ابھی باقی ہے وہ ہاتھ پاؤں مار رہا ہے تو آپ کسی نے پہلے سستی کی آپ اس وقت تکبیر پڑھ دیتے ہیں تو درست ہے لیکن جب وہ ٹھنڈا ہو گیا اس کی جان نکل گئی اب اللہ اکبر پڑھو یا کچھ پڑھو اب وہ نہیں۔ مسئلہ تو جس نے پوچھا اسے بتایا وہ چلا گیا یا بیٹھا تھا تو احباب جو بیٹھے تھے ان سے کہنے لگے کہ دیکھو جانور ہے اور مکلف بھی نہیں ہے حلال جانور ہے اگر اس کا دم اللہ کے ذکر کے بغیر نکل جائے تو حرام ہو جاتا ہے ہم تو انسان ہیں اور مکلف ہیں تو ہمارے جتنے دم اللہ کے نام کے بغیر جاتے ہیں یہ کس کھاتے میں ہیں۔ یعنی صوفیاء کے نزدیک سب سے زیادہ کام زندگی میں انسان جو کرتا ہے وہ سانس لینے کا ہے' بے ہوش ہوتا ہے تو بھی سانس لے رہا ہے' بیمار ہے تو بھی لے رہا ہے کھڑا ہے تو بھی لے رہا ہے لیٹا ہے تو بھی لے رہا ہے' چل رہا ہے تو بھی لے رہا ہے یا پھر دل کی دھڑکن دوسرا کام ہے کہ جب تک زندگی ہے وہ دھڑکتا رہتا ہے' اگر رک گیا تو زندگی رک گئی۔ تو صوفیاء نے اسی حکم کی تعمیل میں ہر آنے جانے والے سانس کو اللہ کے نام سے آراستہ کرنے کی کوشش کی دل کی ہر دھڑکن کو اس سے آشنا کیا۔ اور یہ کسی صوفی یا کسی پیر صاحب کی مہربانی سے نہیں ہوتا' یہ برکات نبوت ﷺ ہیں نبی علیہ الصلوۃ والسلام سے وراثتاً چلتی ہیں اور نورِ نبوت سے دل روشن ہوتے ہیں جس طرح قرآن وحدیث کا سارا علم موروثی ہے کسی نے درمیان میں ایجاد کر کے کچھ نہیں داخل کیا اور اگر کیا ہے تو وہ باطل ہے جو وراثتاً حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے صحابہ نے سیکھا۔ اصحابہ اکرام سے تابعین نے سیکھا ان سے تبع تابعین نے سیکھا نسل درنسل جو اس پندرہویں صدی تک آ رہا ہے وہی دین ہے دین موروثی ہے وراثت ہے۔ اس طرح برکات نبوت بھی موروثی ہیں اور تب سے اب تک چل رہی ہیں اور قیامت تک چلتی رہیں گی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو براہ راست شرف زیارت اور شرف جمال نصیب ہوا تو ایک نگاہ میں ان کے وجود کا ذرہ ذرہ ذاکر ہو گیا قرآن حکیم اس پہ واہی دیتا ہے فرماتا ہے۔

ثم تلین جلودھم وقلوبھم الی ذکر اللہ o

کھال سے لیکر نہاں خانہ دل تک وجود کا ہر ذرہ اور ہر سیل ان کا ذاکر ہو گیا۔ صحابہ کرام کی

> **اھل اللہ کا عالم تو یہ ھوتا ھے کہ دل دھڑکتا ایک بار ھے اور اللہ اللہ پانچ سو بار کھہ جاتا ھے کیف میں اور عمل میں بڑا فاصلہ ھوتا ھے**

صحبت میں جو بیٹھا اُسے بھی خالی فیض صحبت سے یہ دولت نصیب ہوگئی اور تابعین کا الگ طبقہ بن گیا اسی طرح تبع تابعین۔ تو تبع تابعین سے لیکر آج تک اللہ کے بندوں نے علم ظاہر بھی سیکھا عمل بھی کیا اور اُس کے ساتھ یہ قلبی کیفیات بھی وراثتاً وہی برکات جس نے صحابہ کرام کے وجود کو روشن کیا تھا تابعین تبع تابعین وہی برکات محمد رسول اللہ ﷺ سینہ بسینہ حاصل کیں اور اگلوں تک پہنچائیں یہ کیسے قیمتی لوگ تھے۔

ہمارے پاس ایک بادام ہوتا ہے ایک اخروٹ ہوتا ہے یہ ایسے پھل ہیں جن کے اندر ان کی روح ہوتی ہے اور باہر کا خول محافظ ہوتا ہے دین کی مثال بالکل ایسی ہے علم ظاہر نہ ہو تو کمالات باطنی کی حفاظت ممکن نہیں ہوتی۔ اُس کی اتنی اشد ضرورت ہے کہ اُس کے بغیر۔ حضرتؒ فرمایا کرتے تھے کہ صوفی یا خود عالم ہوتا ہے یا کسی عالم کے ساتھ وابستہ ہوتا ہے اُس کے بغیر اُس کا گزارا ممکن نہیں یا تو خود عالم ہوتا ہے اور اگر عالم نہ ہو تو کسی ایسے عالم سے وابستہ ہوتا ہے کہ شب و روز جس سے مسائل پوچھتا رہے اُس کے مطابق عمل کرتا رہے۔ جسطرح بادام میں کتنا قیمتی مغز ہے لیکن اگر چھلکا اُتر جائے اُسے چیونٹی بھی کھانا شروع کر دیتی ہے اُس کی حفاظت ممکن نہیں رہتی چھلکے میں محفوظ رہتا ہے تو علم ظاہر محافظ بھی ہے کمالات باطنی کا اور اُن کے حصول کا ذریعہ بھی ہے اُس بادام میں پھل لگتا ہے جس کا پہلے خول بنتا ہے اگر پھول پر خول نہ بنے تو بادام کا مغز کس نے دیکھا ہے لہٰذا علم ظاہر اور اُس پر عمل حصول کیفیات باطنی کے لئے از حد ضروری ہے یہ کیسی جہالت ہے کہ شریعت اور ہے اور تصوف کچھ اور ہے یہ تو جہالت ہے یہ تو نہ جاننے والوں کی باتیں ہیں شریعت ہی اصل اساس ہے طریقت اُس کی روح ہے۔ کہ اُس شریعت پہ جو ہم عمل کرتے ہیں اُس میں درد بھی پیدا ہو جائے اس کی روح ہے کہ اُس شریعت پہ جو ہم عمل کرتے

ذکر الٰہی ایک ایسا فرض ہے کہ جس کا نہ موسم ہے اور نہ وقت ہے نہ اس کی حدود وقیود ہیں۔

ہیں اُس میں درد بھی پیدا ہو جائے اُس میں طلب بھی پیدا ہو جائے سجدہ کرے تو تمنا یہ ہو کہ جمال باری پا سکوں سجدے میں ایک ذوق اور ایک کیفیت نصیب ہو تو جس طرح بادام کا مغز بادام کی کھال اور اُس کا خول بنے بغیر ممکن نہیں اس طرح عمل ظاہری اور مجاہدے کے بغیر یہ برکات ممکن نہیں لیکن اگر کسی بادام پر بہت سے بادام لگیں اور کسی میں بھی مغز نہ ہو تو وہ بھی جلانے کے کام ہی آئیں گے اُس کا بھی کوئی مصرف نہیں ہوگا لہٰذا یہ لازم و ملزوم ہے کہ قرآن و حدیث کا ارشادات نبوی ﷺ کا کم از کم ضروریات دین کا علم تو ہو یا کسی عالم کے ساتھ ہو پھر اپنی توفیق سے، اپنی ہستی سے پوری محنت کر کے اُس پہ عمل کرے اور کسی صاحب کمال سے کیفیات باطنی سیکھے تا کہ اُس کا دل ذاکر ہو جائے ہر دھڑکن اللہ اللہ کرے۔

بلکہ اہل اللہ کا عالم تو یہ ہوتا ہے کہ دل دھڑکتا ایک بار ہے اور اللہ پانچ سو بار کہہ جاتا ہے کیف میں اور عمل میں بڑا فاصلہ ہوتا ہے آپ نے دیکھا ہوگا غصہ ایک کیفیت ہے تھپڑ مارنا ایک عمل ہے آپ ناراض ہو کر کسی کو تھپڑ مارنا چاہتے ہیں تو ہاتھ اٹھانے میں تھپڑ مارنے میں تو وقت لگے گا لیکن جو غصے کی کیفیت ہے وہ ٹمپریچر ایک دم اپنی ہائیٹ پہ پہنچ جائے گی آپ خوش ہو کر کسی کو انعام دینا چاہتے ہیں تو کوئی چیز اٹھانے میں اُسے دینے میں وقت لگے گا لیکن جو مسرت ہے اُس کی جو ایک دم آپ کو بشاش کر دے گی یہ کیفیات جو ہیں دل کا دھڑکنا ایک عمل ہے اور اللہ اللہ کرنا اُس کی کیفیت ہے تو ہو سکتا ہے کہ ایک دھڑکن میں وہ ہزار بار اللہ اللہ کر جائے اور وہی مطلوب ہے کتاب اللہ کا۔ فرمایا دانشوروں کی بات قرآن حکیم کرتا ہے۔ کہ یہ زمین کی تخلیق آسمانوں کی تخلیق۔

ان فی خلق السموت والارض.

زمین ایک قطعہ خاک پڑا ہے اُسے آپ کھودتے چلے جائیں اُس میں کچھ بھی نہیں ہے لیکن اُس پہ بادل برستے ہیں تو اُس سے اتنی چیزیں نکل آتی ہیں کہاں سے آتی ہیں؟ کون اُن میں رنگ بھرتا ہے؟ کتنے تنکے گھاس کے

آتے ہیں۔ آپ گن نہیں سکتے ہر تنکا گل بکف ہے ہر پھول کی خوشبو الگ ہے، رنگ الگ ہے۔ ذائقہ الگ ہے تاثیر الگ ہے کون ایسا ہے مصور حقیقی جو یہ تصویریں بنا رہا ہے اس طرح آسمانوں کی تخلیق شب وروز کی آمد و شد بادل، بارش، سورج، چاند، ستارے، فرمایا یہ جوارض وسماء کی تخلیق ہے دانشوروں کے لئے یہ بہت بڑی دلیل ہے عظمت باری کی ایک نہیں اس میں لاکھوں دلائل ہیں عظمت باری پر لیکن صاحب عقل کون ہیں؟

اولو الالباب . یہ عقل مندوں کے لئے ہیں بے وقوفوں کو سمجھ نہیں آئے گی پھر آگے الالباب کی تشریح فرماتا ہے قرآن کہ صاحب عقل صاحب خرد کون ہیں؟

وہ لوگ جو لیٹے ہوں تو اللہ کا ذکر کر رہے ہوتے ہیں بیٹھے ہوں تو اللہ کا ذکر ہو رہا ہوتا ہے چل پھر رہے ہوں تو اللہ کا ذکر وہ پنجابی کا ایک محاورہ تھا کہ

"ہتھ کار ول دل یار ول"

زندگی کے کسی بھی کام میں اعضاء وجوارح مصروف ہیں، دماغ مصروف ہے، ہاتھ پاؤں مصروف ہیں، لیٹ گئے آرام کر رہے ہیں سو گئے لیکن دل کی ہر دھڑکن اللہ کا نام لے رہی ہے اور اللہ اللہ ہو رہی ہے اللہ کا ذکر ہو رہا ہے وہ لوگ عقل مند ہیں صاحب دانش ہیں کہ جن کا کوئی حال یاد الٰہی سے خالی نہیں ہے۔

ذکر الٰہی ایک ایسا فرض ہے کہ جس کا نہ موسم ہے نہ وقت ہے نہ اُس کی حدود و قیود ہیں یہ ہر دم کے ساتھ اللہ اللہ چلتی رہے اور یاد رکھیں دنیا کی کامیابی آخرت پر انحصار رکھتی ہے ہو سکتا ہے ایک شخص پوری دنیا کو فتح کر لے لیکن یہ ضروری نہیں کہ وہ کامیاب بھی ہو اُسے سکون سے نیند بھی آتی ہو اُسے کھایا پیا ہضم بھی ہوتا ہو اُس کے دل میں خوشی بھی ہو یہ ضروری نہیں ہے

جس کی آخرت سنور جائے اُسے سکون نصیب ہو جاتا ہے

اگر چہ چنگیز خان نے یا تاتاریوں نے ایک جہاں کو تہ تیغ کر دیا لیکن اپنی زندگی میں کوئی لمحہ سکون کا نہ پا سکے تو کیسے کامیابی کہیں گے۔

حالیہ اس پچھلے پانچ سات سالوں میں آپ نے دیکھا دو چار سالوں میں کہہ لیں کہ صدر امریکہ نے پوری دنیا کو تہہ و بالا کر دیا اور لاکھوں لوگوں کے پرخچے اڑا دیئے۔ معصوم بچوں سے لیکر بوڑھے ضعیف بندوں تک اور بیماروں سے لیکر خواتین تک کوئی نہیں بچا اُس کے ظلم سے لیکن یہ سب کچھ کر کے کیا صدر امریکہ کے پاس کوئی لمحہ سکون کا بھی ہے۔ اگر نہیں ہے تو اس سب سے کامیابی کیا ہوئی۔ بلکہ اب تو حالات ایسا رُخ اختیار کرتے جا رہے ہیں کہ یہ سب اُس کی تباہی کا سبب بنتا جا رہا ہے اس طرح برطانوی وزیراعظم نے برطانوی اقتدار کے بڑا عرصہ بعد یہ جرات کی کہ امریکی فوجیوں کے ساتھ مل کر دنیا کی تباہی میں حصے دار تو بن گئے لیکن اب شاید اُس کے لئے گھر میں رہنا بھی مشکل ہو رہا ہے اُس کے بیوی بچے بھی اُس سے نفرت کرنے لگ گئے اُس کے ملک کی ساری دنیا اُس کے پیچھے لگ گئی ہے کہ قتل عام کر کے تم نے تباہی کر ڈالی۔ تو یہ ضروری نہیں کہ ایک بندہ ایک دنیا کو فتح کر لے اور وہ کامیاب ہے ہو سکتا ہے ایک بندہ ایک کٹیا میں بیٹھا ہے لیکن وہ بڑا پرسکون ہو مزے سے ہو اُسے کوئی تکلیف نہ ہو۔

ایک درویش کا میں قصہ پڑھ رہا تھا کہ بادشاہ نے بہت کوشش کی اُسے دربار میں بلانے کی وہ نہ گیا تو ایک دن اچانک بادشاہ نے اپنے مصاحبوں سے کہا کہ بغیر پروگرام کے اچانک چلتے ہیں چلو درویش کی زیارت تو ہو جائے۔ سردیوں کا موسم تھا اپنی کٹیا کے باہر بیٹھا دھوپ سینک رہا تھا گئے خیر اُس نے بھی آؤ بھگت نہ کی بیٹھا رہا تو بادشاہ نے پوچھا کہ جی کوئی خدمت جو میں آپ کی کر سکتا ہوں اُس نے کہا جی آپ میرے اور دھوپ کے درمیان آ گئے ہیں۔ آپ تھوڑا سا ہٹ جائیں مجھے دھوپ لگنے دیں بس اور کوئی ضرورت نہیں میں دھوپ میں بیٹھا تھا آپ سورج کے سامنے آ گئے آپ درمیان سے ہٹ جائیں یہی آپ کی کرم نوازی ہے باقی

ساری حکومت میں سے اُسے کسی چیز کی ضرورت ہی نہیں تو وہ ایک درویش جو ایک کٹیا میں بھوکا پیاسا بیٹھا ہے اگر اُسے اتنا سکون اللہ نے دے دیا کہ اُسے شہنشاہ کی سلطنت میں سے کچھ نہیں چاہئے کامیاب تو وہ ہے جیت تو وہ گیا جو اپنی زندگی سکون سے اور مزے سے گزار رہا ہے۔

تو دنیوی زندگی کی کامیابی کا مدار بھی آخرت پر ہے۔ اگر آخرت درست ہوتی ہے' آخرت سنورتی ہے تو دنیا میں انسان کو سکون نصیب ہوتا ہے اور آخرت بگڑتی ہے تو دنیوی زندگی میں بھی تلخیاں آجاتی ہیں اور سکون اٹھ جاتا ہے چونکہ دنیا پر تو ہے' عکس ہے آخرت کا' دنیا حقیقی زندگی نہیں ہے اور آخرت حقیقی زندگی ہے ہم جو عمل بھی کرتے ہیں اُس کا جو نتیجہ آخرت میں بنتا ہے اُس کا عکس اس دنیوی زندگی پہ پڑتا رہتا ہے۔ آپ نے کسی بدکار کو پرسکون نہیں دیکھا ہوگا اور کسی نیک کو پریشان نہیں دیکھا ہوگا چونکہ اللہ کے ساتھ اور اُس کی عظمت کے ساتھ جس کا رابطہ ہو جائے اُسے سکون ہے جس کی آخرت سنور جائے اُسے سکون نصیب ہو جاتا ہے اور عجیب بات یہ ہے کہ جتنی کتاب اللہ میں اس عبادت کی تاکید کی گئی جتنی سنت میں اس کی تاکید کی گئی عمل میں اتنا ہی اس کی طرف سے ہم غافل ہو گئے۔ میری رائے میں یہی وجہ ہے کہ ہمارے نمازیوں میں حاجیوں میں 'علماء میں پڑھے لکھے دینی لوگوں میں بھی اب وہ بات نہیں رہی کہ بندہ اُن پر اعتبار کر لے۔ کتنے بڑے نقصان کی بات ہے قومی لحاظ سے اگر ہم سوچیں تو دکاندار ہے اُس نے دس حج کئے ہوئے ہیں لیکن ہم اعتبار نہیں کر سکتے کہ یہ بہت ٹھیک بتا رہا ہے کیا فائدہ۔ ایک عالم ہے' مفتی ہے' پڑھا لکھا ہے' اُس کی بات پہ ہم اعتبار نہیں کر سکتے ہو سکتا ہے جھوٹ بول رہا ہو تو پھر ہمارے پاس کیا کلیہ رہ گیا ہمارے پاس کیا قاعدہ رہ گیا کہ کون شریف آدمی ہے ایسا کیوں ہوتا ہے؟ کہ لوگ دس دس حج کر کے بھی عملی زندگی میں سیدھے نہیں ہوتے۔ سارا علم پڑھنے کے بعد بھی اُن میں تبدیلی نہیں آتی چوریاں کرتے ہیں' جھوٹ بولتے ہیں' اس لئے کہ علم کو دماغ تک رکھتے ہیں اور دل میں غفلت ہوتی ہے اور جب تک دل اللہ اللہ نہ کرے دل میں کیفیات پیدا نہ ہوں خالی بادام ہے جس کے اوپر لکڑی ہے اُس میں مغز نہیں ہے اُس سے کیا کسی کو لذت ملے گی کیا اُس سے کسی کو دوا ملے گی۔ ذکر الٰہی فرض عین ہے۔ جب نماز کا وقت ہوتا ہے تو وضو فرض ہو جاتا ہے وضو خود فرض نہیں ہے لیکن جب نماز کا وقت ہوتا ہے تو وضو فرض ہو جاتا ہے نماز کے لئے۔

اس طرح ذکر جب فرض عین ہے تو اس کی تلاش فرض ہو جاتی ہے اور کہیں مل جائے تو پھر سیکھنا فرض ہو جاتا ہے بعض چیزیں خود فرض نہیں ہوتیں فرض سے ملکر بالواسطہ فرض ہو جاتی ہیں اللہ کریم ہمیں دین کی سمجھ اور شعور عطا فرمائے گناہوں سے درگزر فرمائے اور توفیق عمل عطا فرمائے اور ہمارے دلوں کو اپنی یاد سے آباد رکھے۔ آمین

واخر دعونا ان الحمد اللہ رب العلمین

ذکر اور کمالات

جوگیوں اور یوگا وغیرہ کے ماہرین کے کمالات کا تعلق مجاہدے سے ہے اور عقل کی حد تک ہے۔ وہ محنت کر کے دماغی طاقت کو ایک نقطے پر مرتکز کر کے بعض عجیب باتیں یا حرکتیں کر لیتے ہیں مگر یاد رکھیں کہ ان کی رسائی صرف وہاں تک ممکن ہے جہاں تک آپ عقلی اور مادی ذرائع سے رسائی حاصل کر سکتے ہیں۔ آسمان سے اوپر یا فرشتے کو دیکھنا یا برزخ کے حالات ان پر نہ کھلتے ہیں اور نہ ہی اس بارے میں وہ کبھی بات کرتے ہیں کیونکہ اس نعمت کا تعلق ایمان اور برکات نبوت ﷺ سے ہے۔

دوسرے بعض لوگ اس راہ سے چلتے ہوئے کسی جگہ رک جائیں تو پاگل ہو جاتے ہیں جنہیں مجذوب سالک کہا جاتا ہے۔ وہ کسی کے لئے کچھ نہیں کر سکتے' نہ توجہ دے سکتے ہیں نیز یہ کمزوری کی دلیل ہے۔ کوئی نبی مجذوب نہیں ہوا۔ اگر یہ کمال ہوتا تو انبیا کو ملتا۔ ہاں جو سالک جس قدر طاقتور اور مضبوط ہوگا اس کی زندگی حال دل کے ساتھ اس قدر عام انسانوں کی زندگی ہوگی۔ یہ مشکل کام ہے اور یہ طاقت انبیاء علیہ السلام کو عطا ہوتی ہے۔ جبھی تو ہر آدمی ان کی اطاعت کا مکلف ہے کہ ان کی حیات کا طریقہ بہت ہی عام سا ہوتا ہے' مشکل زندگی نہیں ہوتی۔

اقتباس از کنز الطالبین

تصوف کا حاصل

جنہیں صحبت پیامبر ﷺ نصیب ہو گئی وہ تو سراجاً منیراً کے پاس چلے گئے۔ آپ ﷺ صرف سراج نہیں ہیں سراجاً منیراً۔ ایسا روشن چراغ جو قریب آنے والے کو بھی روشن کر دیتاہے منور کر دیتا ہے۔ صحابہ کے قلوب تو اتنے منور ہونے کہ وہ صحابی پیامبر ﷺ کہلانے پھر انہیں صوفی کہنے کی کیا تک بنتی ہے چونکہ تزکیہ کوئی الگ فعل نہیں ہے تزکیے کی ضرورت فقیہہ کو بھی ہے۔ تزکیے کی ضرورت مفسر کو بھی ہے تزکیے کی ضرورت محدث کو بھی ہے اور تزکیے کی ضرورت مجاھد کو بھی ہے۔

امیر محمد اکرم اعوان

دارالعرفان منارہ، ضلع چکوال 8-08-2003

بسم اللہ الرّحمٰنِ الرّحیمO

قال رسول اللہ ﷺ لکل شی صقالۃ وصقالۃ القلوب ذکر اللہ اوکما قال رسول اللہ ﷺ الحمدللہ اس سال بھی بے شمار لوگوں کو رب جلیل نے توفیق بخشی ان برکات سے مستفید ہوئے کوئی بھی نعمت، کوئی بھی دولت، کوئی بھی چیز، اگر کسی کے پاس ہو اور وہ اُس کی حقیقت سے آشنا نہ ہو تو وہ اُس کی قدر و قیمت نہیں کر سکتا آپ کسی کو بہت قیمتی ہیرا بھی دے دیں وہ اُسے ایک عام نگینہ یا ایک پتھر سمجھتا رہے تو اُس کی قدر نہیں کر سکے گا یہ فن تصوف و سلوک اگر چہ اسلام کا نہ صرف رکن اعظم بلکہ اسلام کی اساس ہے۔ لیکن عجیب بات یہ ہے کہ یہ ہمیشہ اعتراضات کی زد میں رہتا ہے اور لوگ اسے سمجھنے کا تکلف نہیں کرتے یا لوگوں کو سمجھایا نہیں جاتا بلکہ باتیں یہاں تک بھی لکھی پڑھی گئیں کہ اس کا چھپانا ضروری ہے اور اچھے بھلے صاحب علم لوگوں نے لکھیں کہ نبوت کا اظہار واجب ہے اور سلوک و تصوف اخفاء واجب ہے یعنی نبوت کا ظاہر کرنا واجب ہے اور اس کا چھپانا واجب ہے۔

حضرت جی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب یہ ارشاد فرمایا تھا کہ اگر یہ دین ہے تو دین کا تو اظہار واجب ہے پھر تو چھپایا نہ جائے گا اور اگر یہ دین نہیں ہے تو اسے اختیار کیوں کیا جائے؟ جو چیز دین نہیں دین کا حصہ نہیں دین کے لئے کام نہیں آتی دین میں مفید نہیں ہے اُسے اختیار

> تزکیہ قلب کی انتہا یہ ہے کہ کسی کو براہ راست صحبت پیامبر ﷺ میسر آ جائے اور وہ صحابی بن جائے۔

ہی کیوں کیا جائے اور اگر دین ہے یا جزو دین ہے تو پھر دین کوئی چھپانے کے لئے نہیں دین تو بیان کرنے کے لئے ہے۔

بنیادی طور پر تصوف کیا ہے؟ ایک اعتراض جو بہت بڑا وزنی سمجھا گیا وہ یہ بھی ہے کہ صحابہ میں مختلف اوصاف تھے کسی کو بہادر کہا گیا سب بہادر تھے لیکن کوئی ان میں بہت بہادر تھا۔ حضرت خالدؓ کو سیف اللہ کا لقب دیا۔ حضور اکرم ﷺ نے کہ یہ اللہ کی تلوار ہے اُن کی بہادری کی وجہ سے بعض بطور فقیہہ مشہور تھے بعض تفسیر میں مشہور تھے بعض حدیث شریف میں بہت زیادہ معروف تھے۔ لیکن کوئی صحابی صوفی نہیں سنا یہ کہاں سے آپ نے نکال لیا بڑی سادگی کی بات یہ ہے کہ فقہ ایک الگ موضوع ہے، تفسیر ایک الگ موضوع ہے جہاد ایک الگ موضوع ہے لیکن دل کی صفائی تزکیہ قلب یہ کوئی الگ موضوع نہیں ہے اور تزکیہ قلب کی انتہا یہ ہے کہ کسی کو براہ راست صحبت پیامبر ﷺ میسر آ جائے اور وہ صحابی بن جائے تو کسی صحابی کو صوفی کہنا ایسے ہی ہے جیسے کسی جرنیل کو حوالدار کہا جائے اب یہ کہا جائے کہ یہ جرنیل ہو ہے وہ کپتان کیوں نہیں کہلواتا تو میں سمجھتا ہوں یہ جہالت ہے وہ سب پچھ اس کے اندر آ جاتا ہے اُس کے نیچے کے سارے عہدے اس کے اندر آ جاتے ہیں تو تصوف ترجمہ ہے قرآن کے الفاظ [illegible] یہ۔ یتلوا علیھم اٰیٰتہ ویزکیھم ویعلمھم

الکتب والحکمۃ ٥ چار فرائض نبوت ہیں۔ دعوت الی اللہ جو قبول کرلے اُس کا حضور ﷺ تزکیہ فرماتے ہیں۔ اُس کے بعد تعلیم کتاب وحکمت کی باری آتی ہے۔ تزکیے سے مراد یہ ہے کہ اُس کے قلب میں وہ کیفیات بھر دی جاتی ہیں کہ جو اُس میں سوچ آئے وہ بھی مثبت آئے۔ جو خیال آئے وہ بھی مثبت آئے اُس میں طلب حق کی پیدا ہو اور اُس میں جو جھاڑ جھنکار ہے خواہشات نفسانی ہیں، کبر ہے، خود غرضی ہے، بے شمار جو خرابیاں ہیں جسے آپ جھاڑ جھنکار کہتے ہیں اُسے دل سے کاٹ کر صاف کر دیا جائے۔ تو نبی کریم ﷺ کا طریقہ کار جو قرآن حکیم نے بتایا وہ یہ ہے کہ جو بھی دین قبول کرتا ہے آپ ﷺ اُس کا تزکیہ فرماتے ہیں۔ اب نبی کریم ﷺ کا مقام ومرتبہ یہ ہے کہ ساری کائنات اُن سے مستفید ہوتی ہے جو امتیں پہلی گزر گئیں وہ بھی اپنے انبیاء علیہم السلام کی وساطت سے بالواسطہ حضور ﷺ سے مستفید ہوئیں اور قیامت تک جو لوگ آئیں گے وہ بھی حضور ﷺ کی ذات اقدس سے ہی مستفید ہوں گے اب ایک بندے پر یہاں آپ کوئی آتشی شیشہ لے کر سورج کی ایک شعاع منعکس کرتے ہیں اُسے آگ لگ جاتی ہے ایک بندے کو آپ لے جا کر سورج کے پاس بٹھا دیتے ہیں اُس کا کیا حال ہوگا؟

تو جنہیں صحبت پیامبر ﷺ نصیب ہوگئی وہ تو سراجاً منیراً کے پاس چلے گئے۔ آپ ﷺ صرف سراج نہیں ہیں سراجاً منیراً۔ ایسا روشن چراغ جو قریب آنے والے کو بھی روشن کر دیتا ہے، منور کر دیتا ہے۔ تو صحابہ کے قلوب تو اتنے منور ہوئے کہ وہ صحابی پیامبر ﷺ کہلائے پھر انہیں صوفی کہنے کی کیا تک بنتی ہے چونکہ تزکیہ کوئی الگ فعل نہیں ہے تزکیے کی ضرورت فقیہہ کو بھی ہے، تزکیے کی ضرورت مفسر کو بھی ہے، تزکیے کی ضرورت محدث کو بھی ہے اور تزکیے کی ضرورت مجاہد کو بھی ہے رب کریم فرماتے ہیں۔

ہدایت تو اللہ کے پاس ہے اور اللہ کا رسول ﷺ ہادی ہے نہ مولوی صاحب، نہ پیر صاحب، نہ میں، نہ آپ، ہم کچھ بھی نہیں ہیں۔

اذا لقیتم فئۃ فاثبتوا۔ کسی لشکر سے مقابلہ آجائے تم چونکہ حق پر ہو ظلم کے خلاف لڑتے ہو اس لئے جم کر لڑو۔ واذکروا اللہ کثیرا۔ لیکن اللہ کا ذکر کثرت سے کرتے رہو تزکیے کی ضرورت وہاں بھی ہے۔ ایک آدمی عبادت کرتا ہے، فرائض ادا کرتا ہے، نوافل پڑھتا ہے، نماز پڑھتا ہے، سب سے اہم نماز جمعہ کی نماز ہے حکم ہوتا ہے۔

اذا نودی للصلوۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللہ وذروا البیع ٥ اذان ہو جاتی ہے جمعے کے روز نماز کے لئے بلایا جاتا ہے کاروبار حیات چھوڑ دو اور دوڑ کر آؤ اللہ کی عبادت کی طرف فاذا قضیت الصلوۃ ٥ جب نماز مکمل ہو جاتی ہے فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللہ ٥ اپنے اپنے کام پہ جاؤ۔ جمعے کی چھٹی کا تصور اسلام میں نہیں ہے یہ خواہ مخواہ ہم نے چھٹی کا تصور قابو کر لیا عیسائیوں میں اتوار کا ہے۔ یہودیوں میں ہفتے کا ہے۔ اس لئے کہ عیسائی آٹھویں دن اتوار کو ہی عبادت کرتے ہیں اور اُسے چھٹی کا دن رکھتے ہیں اور کوئی کام نہیں بس اب صرف گرجے جانا ہے یہودی ہفتے کے دن عبادت کرتے تھے باقی دن فارغ رکھتے تھے۔ اسلام نے ہر دن میں پانچ دفعہ عبادت فرض کر دی اور جمعے کو فضیلت بخشی اور چھٹی اتنی سی دی کہ اذا نودی للصلوۃ۔ جب جمعے کی اذان ہو جائے تو کاروبار بند کر دو، چھٹی ہوگئی اور جب نماز مکمل ہوگئی اپنے کام پہ واپس جاؤ۔ تو جو ہم نے عیسائیوں اور یہودیوں کی دیکھا دیکھی شور شروع کر دیا کہ جمعے کی بھی چھٹی ہے تو اسلام میں چھٹیاں نہیں ہیں۔ ہر شخص کو اپنی ذمہ داری ادا کرنے کا حکم ہے۔ لیکن اب عبادت تو ہوگئی، جمعے کی نماز ادا ہوگئی فرمایا فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللہ واذکروا اللہ کثیرا ٥ لیکن اللہ اللہ کثرت سے کرتے رہو اُس کی چھٹی نہیں یہ نماز اُس کا متبادل نہیں ہے۔ نمازی کو بھی درد دل اور خلوص کی ضرورت

ہے کہ وہ سجدہ کرے تو اللہ کے حضور کرے۔ پیشانی زمین پہ رکھے توان تعبداللہ کانک تراہ . اللہ کی عبادت ایسے کرے جیسے اللہ کو روبرو دیکھ رہا ہے اس کی ضرورت نمازی کو بھی ہے اور یہ کیسے کیفیت پیدا ہو گی؟ یہ آنکھیں تو نہیں دیکھ سکیں گی اور دل میں آنکھیں ہوں گی کہاں۔ کلا بل ران علی قلوبھم. جولوگ کتاب اللہ کی، نبی علیہ ﷺ کی بات نہیں سمجھتے تو اللہ فرماتے ہیں اُن کے دلوں پہ زنگ لگ چکے ہیں اُن کے کان سنتے ہیں ان کا دماغ تجزیہ کرتا ہے لیکن ان کے دل نہیں سنتے۔ میل خوردہ ہو گئے ہیں۔ اس طرح ینظرون الیک وھم لا یبصرون. دیدے گھما کر آپ ﷺ پر نظر ڈالتے ہیں لیکن آپ ﷺ کو نہیں دیکھ سکتے یعنی محمد رسول اللہ ﷺ کو نہیں دیکھ سکتے محمد بن عبداللہ ﷺ کو دیکھتے ہیں آپ ﷺ کی وہ حیثیت دیکھتے ہیں کہ ہمارا ایک قریشی بھائی ہے، ہمارا قومی بھائی ہے یہ لیکن جو آپ ﷺ کی شان ہے کہ آپ ﷺ محمد رسول اللہ ﷺ ہیں وہ انہیں نظر نہیں آتی اندھے ہیں۔ تو عبادت میں نگاہ ظاہری کی ضرورت نہیں ہے نگاہ قلب کی ضرورت ہے کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ عبادت کا حق یہ ہے کہ وان تعبد اللہ کانک تراہ. کہ تو سجدہ ریز اس حال میں ہو کہ تو اللہ کو روبرو دیکھ رہا ہے تو ہاتھ باندھ کر اس حال میں کھڑا ہو کہ رب العلمین تیرے سامنے ہے تو اگر اس بلند مقام تک نہیں جا سکتا تو کم ازکم۔ فان لم یکن تراہ. اگر تم میں یہ جرات رندانہ نہیں ہے تیرے دل میں اتنا درد پیدا نہیں ہوا، تیرے دل میں اتنی روشنی نہیں آئی کہ تیرے دل کی نگاہ جمال باری تک پہنچے تو پھر کم از کم درجہ یہ ہے۔ فانہ یراک. کہ تجھے یہ یقین ہو کہ وہ تو مجھے دیکھ رہا ہے اب یہ یقین کیسے پیدا ہو گا؟ وجود کو پکڑ کر ہم مسجد میں لے آئے اُسے سجدے پہ گرا دیا۔ دل اپنی جمع تفریق میں ہے کہ اتنا وقت یہاں لگ گیا مجھے تو فلاں جگہ بھی جانا تھا

جب تک دل اللہ سے آشنا نہ ہو دماغ اللہ کی عظمت کو ماننے کے باوجود اس کی اطاعت کے قابل نہیں ہوتا اس لئے اہل اللہ اور صوفیاء کا گروہ ساری توجہ اس دل پہ انڈیل دیتا ہے۔

فلاں جگہ بھی جانا تھا۔ آپ اگر کبھی کسی جگہ دیکھیں کسی شہر کسی مسجد میں تھوڑی دیر بیٹھ جائیں اور دیکھیں کہ لوگ کس طرح آتے ہیں۔ وضو کس طرح کرتے ہیں اور نماز کس طرح ادا کرتے ہیں تو بندہ حیران ہو جاتا ہے۔ لوگ ایسے آتے ہیں جیسے بھاگ کر آئے ہوں۔ جلدی جلدی پانی کے چھینٹے مارے، آدھا بازو گیلا آدھا خشک اٹھک بیٹھک، رکوع کیا تو سیدھا نہ ہوا وہیں سے دھڑام سجدہ کیا تو واپس جلسے میں نہیں آنا مرغ کی طرح دو ٹھونگیں ماریں جلدی جلدی آئے اور گئے۔ وہ بھاگے کیوں؟ وجود کو ہم کھینچ تان کر لے آتے ہیں دل باہر ہوتا ہے۔

اب یہ سلوک و تصوف یا تزکیہ کیا ہے؟ کہ صرف وجود نہ لائے، وجود بعد میں آئے دل پہلے مسجد میں ہو اب یہ کس کی ضرورت نہیں ہے؟ تصوف کیا ہے کہ دل میں خلوص آ جائے، قرب الٰہی کی آرزو پیدا ہو جائے، سینے کے اندر مدینہ بنا لے، برکات نبوت ﷺ ابر رحمت کی طرح برستی ہوں دل پر، دل نور نبوت ﷺ کی کرنیں منعکس کرتا ہو اور دوسروں کے لئے بھی باعث ہدایت بنتا چلا جاتا ہو، ہدایت تو اللہ کے پاس ہے اور ہادی ہے اللہ کا رسول ﷺ۔ نہ مولوی صاحب نہ پیر صاحب، نہ میں، نہ آپ، ہم کچھ بھی نہیں ہیں، اس طرح ہادی اعظم کی برکات کا انعکاس ہو گا تو کس کو ہدایت نصیب ہو گی اگر کسی مولوی صاحب سے، پیر صاحب سے، مجھ سے، آپ سے کسی کو ہدایت نصیب ہو گی تو ہم ہادی تو نہیں ہیں۔ اگر ہم اپنے دل کو اس طرح صاف کر سکیں کہ اس ہادی اعظم ﷺ کی برکات کی کوئی کرن اس پر پڑے تو ضائع نہیں جائے گی کہ جو پاس آ کر بیٹھے گا اُس پر بھی منعکس ہو گی اور ہدایت اُسے اُس بارگاہ سے اور اللہ کی عطا سے نصیب ہو گی اب اس کے لئے دل کو روشن کرنا صاف کرنا چمکانا ہے۔ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں۔ لکل شی صقالہ. ہر چیز کی پالش ہوتی ہے ہر چیز کو صیقل کیا جاتا ہے چمکایا جاتا ہے، یہ جو آپ لوہے پر ایک سفیدی سی تہہ چڑھا دیتے ہیں کہتے ہیں یہ صیقل ہو گیا قلعی ہو گیا تو کتنا خوبصورت ہو

جاتا ہے عکس نظر آنے لگتا ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں ہر چیز کی ایک پالش ہوتی ہے جو اُسے چمکا دیتی ہے۔ وصقالتہ القلوب ذکر اللہ اور اللہ کا ذکر دلوں کی پالش ہے۔

مولانا اشرف علی تھانوی" مسائل السلوک میں ایک جگہ لکھتے ہیں آپ" کی تفسیر ہے۔ بیان القرآن کے حاشیے میں آپ" ایک جگہ لکھتے ہیں کہ ذکر الٰہی ایک عجیب دوا ہے۔ ہر عبادت کے لئے خلوص شرط ہے خلوص نہیں ہوگا تو عبادت رد ہو جائے گی یہ ایک ایسی عبادت ہے کہ خلوص نہ بھی ہو اور مسلسل ذکر کرتے رہو تو یہ خود خلوص پیدا کر دیتا ہے۔ ذکر نہ چھوڑے کرتا رہے۔ اللہ اللہ کرتا رہے چھوڑے نہیں تو یہ عجیب بات ہے کہ اس کی وجہ سے اس میں خلوص پیدا ہو جاتا ہے' چلو زیادہ وقت لگ جائے گا' زیادہ سال لگ جائیں گے لیکن خالی نہیں جاتا آگے پھر وہ مثال لکھتے ہیں کہ یہ صابن ہے میلے کپڑے کو آپ توجہ سے' صابن خلوص سے نہ لگائیں' تھوڑا وقت لگے گا' تھوڑا صابن لگے گا کپڑا صاف ہو جائے گا۔ آپ ساتھ کچھ اور کر رہے ہیں صابن ادھر رگڑ رہے ہیں' کبھی پانی ڈال رہے ہیں' صابن ضائع کر رہے ہیں' وقت ضائع کر رہے ہیں' پانی ضائع کر رہے ہیں لیکن ضائع نہیں جائے گا کچھ نہ کچھ میل کاٹتا ہی جائے گا۔ اس حدیث کا ترجمہ انہوں نے ان الفاظ میں کیا ہے کہ یہ خالی نہیں جاتا میل کاٹتا رہتا ہے۔ توجہ سے کرو تو جلدی زیادہ میل کٹ جائے گا لیکن بے دھیانی سے بھی کیا جائے تو اپنا کام کرنے سے نہیں رہتا۔

لیکن اس کا معیار کیا ہے؟ کہ ہم نے محنت کی' مجاہدہ کیا' مراقبات کئے' لطائف کئے' مشاہدات ہوئے' انوارات نظر آئے کیا یہی سارا کچھ ہے؟ نہیں' امتحان ہوگا' مسجد میں بھی ہے اور مسجد سے باہر بازار میں بھی ہے' گھر کی چار دیواری امتحان گاہ ہے' باہر لوگوں کے ساتھ تعلقات امتحان گاہ ہے۔ لیکن دین امتحان گاہ

فرض کا جاننا فرض ہے' واجب کا جاننا واجب ہے' سنت کا جاننا سنت ہے' مستحب کا جاننا مستحب ہے' ضروریات دین کا جاننا ضروری ہے لیکن عمل کی توفیق تب ہوتی ہے جب دل ان کی حقیقت سے آشنا ہو

ہے کہ ایک آدمی کا دل جب اللہ کے نور سے صاف ہوتا ہے تو باہر اُس کا جو کردار ہے اُس میں کتنی مثبت تبدیلی آتی ہے۔ اگر کردار میں تبدیلی نہیں آتی تو دل کی صفائی نہیں ہوئی چونکہ دل حکمران ہے' دماغ اس کا دفتر اور سیکرٹریٹ ہے۔ جس طرح صدر ایک ایسی طاقت ہے جو حکمران ہے ملک پر اور جو وہ چاہتا ہے کہہ دیتا ہے اور آگے اُس کا ایک سیکرٹریٹ ہے اُس میں بے شمار شعبے ہیں وہ ساری تاریں ہلاتی ہیں اور کام ہوتے رہتے ہیں اس طرح دل بادشاہ ہے' صدر ہے دماغ اُس کے حکم کی تعمیل کرتا ہے' دل میں خواہش پیدا ہوتی ہے' مجھے پانی پلایا جائے' میں وہاں جانا چاہتا ہوں وہ ہاتھ پاؤں کو حکم دیتا ہے تو ہر پرزہ اپنی جگہ چلنے لگتا ہے۔

جب تک دل اللہ سے آشنا نہ ہو دماغ اللہ کی عظمت کو ماننے کے باوجود اُس کی اطاعت کے قابل نہیں ہوتا۔ اس لئے اہل اللہ اور صوفیا کا گروہ ساری توجہ اس دل پہ انڈیل دیتا ہے اور ہم کہتے رہتے ہیں باہر یہ کام نہ کرو یہ بھی نہ کرو یہ بھی نہ کرو لیکن وہی کام مدرسوں کے طالب علم بھی جو بخاری شریف کا درس پڑھ رہے ہوتے ہیں وہ بھی کرتے رہتے ہیں۔ ہوتا یہ ہے کہ مدارس میں بھی جو طالب علم ہیں' تفسیر پڑھ رہے ہیں' فقہ کی آخری کتابیں پڑھ رہے ہیں یا آخری مدارج میں ہیں تو جتنے کام انہیں سکھائے جاتے ہیں کہ یہ بھی نہیں ہونا چاہئے یہ بھی نہیں ہونا چاہئے سارے وہی کام وہ کر بھی رہے ہوتے ہیں۔ دینی مدارس کے طلبہ بخاری شریف کو رکھ کر رات کو مدرسوں سے نکل کر سینما ہال میں بیٹھے ہوتے ہیں۔ مدرسہ معلومات دیتا ہے اور معلومات ضروری ہیں فرض کا جاننا فرض ہے' واجب کا جاننا واجب ہے' سنت کا جاننا سنت ہے مستحب کا جاننا مستحب ہے' ضروریات دین کا جاننا ضروری ہے لیکن عمل کی توفیق تب ہوتی ہے جب دل ان کی حقیقت سے آشنا ہو صوفیا کا یہ طریقہ دیکھا کہ یہ کسی کو نہیں کہتے یہ بھی نہیں کہتے یار نماز پڑھا کرو' کیسی عجیب بات ہے؟ کیسے عجیب لوگ ہیں؟ کسی سے نہیں کہتے داڑھی رکھا کرو' کسی سے نہیں کہتے جھوٹ نہ بولا کرو' کسی

سے نہیں کہتے جو اکھیلنا چھوڑ دو' کچھ بھی نہیں کہتے بیٹھے بیٹھے اللہ اللہ کرو اللہ اللہ کرو جب دل میں روشنی آتی ہے تو وہ خود سارے کام کروالیتا ہے۔ وہی لوگ نمازی بھی بن جاتے ہیں۔ ہم نے تو دیکھا ساری عمر نشوں کے عادی لوگ جو تھے وہ نشہ چھوڑ کر صوفی بن گئے ساری عمر کلبوں میں بسر ہوئی اب مساجد میں لیٹنے پڑے ہیں۔ یعنی بنیاد ہے دل اور یہی موضوع ہے اہل اللہ کا اور اس کو برکات نبوی ﷺ سے آشنا کرتے ہیں۔

الحمد للہ یہ سالانہ اجتماع تھا اور جس کا ایک آخری دن باقی ہے اللہ کریم کا یہ احسان ہے کہ پوری دنیا سے بہت سے ساتھی مستفید ہوئے' بہت سے لوگ آئے' ملک سے بے شمار لوگ آئے۔ سب سے میری درخواست یہ ہے کہ اپنے جانے کی آزمائش میدانِ عمل میں کرو۔ میدان عمل میں ثابت کرو۔ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ جب تم روزے سے ہو تو کوئی تمہیں گالی دے تو جواب میں گالی دینے کی بجائے اُسے بتاؤ کہ میں روزے سے ہوں تم تو گالی دے رہے ہو لیکن میں روزے سے ہوں میں گالی نہیں دیتا۔ اس ساری تربیت کا حاصل یہ ہے کہ باہر میدان عمل میں کوئی بُرائی بھی کرے تو برداشت کر کے اُسے نیکی کا سبق دیں پھر تو کوئی اس محنت کا کچھ ثمر ہوا۔

صرف حصول جنت کے لئے اسلام نہیں ہے جنت کیا ہے؟ مسلمانوں کا گھر ہے سادہ سے الفاظ میں اور گھر جانے کے لئے کسی پرمٹ کی ضرورت ہے۔ گھر جو اپنا گھر ہے جائیں گے شرط یہ ہے کہ مسلمان رہو مسلمانوں کا گھر ہے جو بھی ایمان لے کر دنیا سے جائے گا جنت میں جائے گا۔ جنت جانے کے لئے کسی وظیفے کی ضرورت نہیں ہے جنت جانے کے لئے کسی پرمٹ کی ضرورت نہیں ہے جنت جانے کے لئے عملاً اپنے آپ کو حضور ﷺ کا غلام ثابت کرنا ضروری ہے اور یہی اسلام ہے۔ کاروبار حیات میں، لین دین میں، بیوی بچوں کے ساتھ' رشتہ داروں کے ساتھ' دوستوں

جنت جانے کے لئے کسی وظیفے کی ضرورت نہیں ہے جنت جانے کے لئے کسی پرمٹ کی ضرورت نہیں ہے جنت جانے کے لئے عملاً اپنے آپ کو حضور ﷺ کا غلام ثابت کرنا ضروری ہے۔ اور یہی اسلام ہے۔

دشمنوں کے ساتھ' کوئی مانے یا نہ مانے مخلوق کو منوانا ضروری نہیں ہے کوئی آپ کو نیک یا پیر صاحب کہے نہ کہے۔ کوئی آپ کو چور کہتا ہے کہتا رہے لیکن اللہ اور اُس کا رسول ﷺ آپ کو چور نہ کہے۔ اُن کے سامنے آپ پورے خلوص اور دیانت داری کے ساتھ اپنے فرائض دینی حکم کے مطابق ادا کر رہے ہوں۔ لوگوں کی شہرت کی ضرورت نہیں ہے ہماری ایک مصیبت یہ ہے کہ ہم یہ سوچنا شروع کر دیتے ہیں کہ لوگ کیا کہہ رہے ہیں۔ لوگوں کو کہنے دیں۔ لوگ جو کچھ کہتے ہیں وہ کہتے رہیں' لوگوں کی اپنی رائے ہے۔ سارے لوگ تو اللہ کی عظمت پہ متفق نہیں لوگ تو محمد رسول اللہ ﷺ کی رسالت پہ متفق نہیں ہماری حیثیت کیا ہے؟ کہ سارے لوگ ہمیں اچھا کہیں گے اور اگر کہیں گے تو اس سے ہمیں ملے گا کیا' کوئی اچھا کہتا ہے یا بُرا کہتا ہے یہ ہمارا ٹارگٹ نہیں ہے ہمارا ٹارگٹ یہ ہے کہ اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی بارگاہ میں ہمیں قبول فرمایا جائے اور ہر کام کا اپنا ایک مقام ہے۔ آپ تجارت حلال جائز طریقے سے کرتے ہیں اُس کا ایک بہت بڑا مقام ہے' حلال رزق کھاتے ہیں کھلاتے ہیں' بہت بڑا مرتبہ ہے' وقت پر عبادت کرتے ہیں بہت بڑا مقام ہے لیکن سب سے بڑا مرتبہ اُس شخص کا ہے جو اللہ کے کسی ایک بھٹکے ہوئے بندے کو راہ راست پہ لے آئے اپنے لئے اپنی عبادت اور اپنے امور درست کرنا بہت بڑی بات ہے۔

ہارون رشید کے زمانے میں ایک میاں بیوی آپس میں لڑ پڑے۔ بیوی نے کہا تو جہنمی ہے غصے میں، میاں نے کہا اگر میں جہنمی ہوں تو پھر تجھے طلاق۔ پھر تیرا میرا جوڑ کیسا؟ یہ غصہ تو وقتی بات تھی پھر صلح بھی ہو گئی لیکن طلاق تو درمیان میں آ گئی۔ مسئلہ اتنا بڑھا کہ دربار خلافت تک چلا گیا۔ کوئی عالم یہ فیصلہ نہیں کر پا رہا تھا کہ کیسے کہا جائے کہ یہ جنتی ہے یا جہنمی ہے بالآخر' مجھے اب اسم گرامی یاد نہیں کہ آئمہ میں سے کون حضرت تھے' میری یہ کمزوری ہے مجھے نام بھول جاتے ہیں' کتابوں کے بھی' افراد کے

بھی انہیں دربار میں طلب کیا گیا اور انہوں نے پوچھا کہ کوئی ایسا کام تم بتا سکتے ہو جس میں خوف خدا کی وجہ سے' اللہ کی ناراضگی کے ڈر سے تم رک گئے ہو۔ اس نے کہا' میری ایک رشتہ دار خاتون تھی اور مجھے اس کا مجھے بڑا خیال رہتا اور اس کے پیچھے گھوما کرتا تھا وہ بالکل میری پرواہ نہیں کرتی تھی پھر میری کہیں اور شادی ہو گئی اور اسکی کہیں اور ہو گئی تو معاملہ ختم ہو گیا لیکن وہ خیال میرے دل میں رہا۔ پھر حالات بدلتے رہے' میں بہت دولت مند ہو گیا اور اراکین سلطنت میں شامل ہو گیا' اسکا شوہر افلاس کا شکار ہو گیا ایک وقت آیا کہ قرض خواہوں نے انہیں اتنا تنگ کیا کہ وہ میرے دروازے پر آئی کہ اب ہماری تو عزت بھی تب بچے گی' گھر نیلام ہو جائے گا' بچے چھن جائیں گے اتنا قرضہ آپ دے دیں تو اس سے ہماری عزت بچ جائے تو میں نے وہی شرط سامنے رکھ دی کہ میں قرضہ نہیں دیتا' جتنے پیسے چاہئیں لے جاؤ لیکن جو میں چاہتا ہوں وہ کرو تو وہ اتنی بے بس تھی کہ اُس نے مجھے خود یہ اختیار دے دیا اور اُس نے کہا جو جی چاہتا ہے کر لو تو مجھے خیال آیا کہ اس سے تو کر لو گے اللہ کے حضور کیسے جاؤ گے تو میں نے اُسے وہ سارے پیسے بھی دے دیے اور اللہ سے حیا کرتے ہوئے میں نے برائی کا ارادہ چھوڑ دیا انہوں نے فرمایا کہ اللہ فرماتا ہے۔

ولمن خاف مقام ربه جنتن.

جو اللہ کے حضور شرمندگی سے ڈرتا ہے اُس کے لئے تو دو جنتیں ہیں یہاں تو ایک جنت کی شرط ہے اُس کے لئے تو قرآن نوید سنا رہا ہے کہ اُس کے لئے تو دو جنتیں ہیں لہذا اس کی طلاق نہیں ہوئی یہ تو جنتی ہے۔

تو سارے مراقبات کی، سارے مجاہدے کی، سارے ذکر کی، آزمائش جا کر ہوتی ہے میدان عمل میں۔ جہاں یہ فکر ستائے کہ جو میں کر رہا ہوں اُس کے بارے میرا رب مجھے دیکھ رہا ہے۔ میں اُس کے حضور جاؤں گا تو شرمندگی تو نہیں ہوگی ناراض تو نہیں ہوگا۔ نبی کریم ﷺ ناپسند تو نہیں فرمائیں گے۔ یہ حاصل تصوف ہے اور یہ سوچنا کہ زمانہ تو دوسری چال چل گیا تو مزا ہی جب ہے کہ آدمی طوفانوں سے لڑے۔

ہر کام کا اپنا ایک مقام ہے۔ آپ تجارت حلال طریقے جائز طریقے سے کرتے ہیں اس کا ایک بہت بڑا مقام ہے' حلال رزق کھاتے ہیں کھلاتے ہیں' بہت بڑا مرتبہ ہے' وقت پر عبادت کرتے ہیں بہت بڑا مقام ہے لیکن سب سے بڑا مرتبہ اُس شخص کا ہے جو اللہ کے کسی ایک بھٹکے ہوئے بندے کو راہ راست پر لے آئے۔

گر زمانہ بتو نہ سازد   تو بہ زمانہ ستوز

زمانہ تیرے ساتھ نہیں چلتا تیری بات نہیں مانتا تو زمانے کی کیوں مانتا ہے؟ تو بھی اپنی کر کے دکھا اگر زمانہ یا موجودہ عہد یا موجودہ وقت جو جا رہا ہے وہ سارا اُس چیز سے دور اور اُس کے خلاف چلا گیا ہے تو جائے۔ وہ بابے غالب نے کہا تھا۔

کہ سبک سر بن کے کیا پوچھیں کہ ہم سے سرگراں کیوں ہو۔ ہم اپنا سر نیچا کر کے اُن سے پوچھیں کہ آپ ہم سے کیوں روٹھے ہیں؟ بھائی روٹھے ہیں تو ہم اُن سے زیادہ روٹھ جائیں گے۔ زمانے کی اگر اپنی روش ہے تو ہم زمانے کے ساتھ نہیں ہم محمد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہیں۔ ہم زمانے کے ساتھ نہیں ہم زمانہ بنانے والے کے ساتھ ہیں۔ قادر مطلق کے ساتھ ہیں جو زمانے کا بھی مالک و خالق اور قادر ہے ہم اُس کے حبیب ﷺ کے خادم ہیں اور اُس کی بارگاہ کے ملازم ہیں ہمیں زمانے کو نہیں دیکھنا زمانے کو ہمیں دیکھنا پڑے گا۔

تو میرے بھائی جب کوئی اللہ کا ہو جاتا ہے تو کوئی بڑی سے بڑی رکاوٹ اس کے راستے میں نہیں آ سکتی۔ یہ وقتی اور لمحاتی باتیں ہوتی ہیں۔ دنیا کا ایک نظام ہے اس میں قحط سالی بھی آتی ہے' اس میں بارشیں بھی برستی ہیں' اس میں صحت بھی ہوتی ہے' بیماری بھی آتی ہے' کبھی رزق کی تنگی بھی آتی ہے کبھی فراخی بھی۔ ہم کبھی بچے تھے دودھ پیتے آج ہم بوڑھے ہیں۔ یہ بچپن سے بڑھاپے تک کتنی تبدیلیاں آئیں۔ آپ کسی پر پریشان ہوئے؟ آپ کو پتہ ہے کہ زندگی کا ایک طریقہ کار ہے' کوئی

پریشان نہیں ہوتا۔ بندہ بچپن سے لڑکپن میں آتا ہے لڑکپن سے جوانی میں آتا ہے پھر بڑھاپے میں۔ یہ سب زندگی کا ایک حصہ ہے اس میں پریشان ہونے کی کوئی بات نہیں پریشانی کی ایک بات ہے کہ میرا تعلق اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ سے مضبوط تر ہوتا چلا جائے تو خوشی کی بات ہے اور اگر رک جائے تو یہ پریشانی کی بات ہے کہ ایک جگہ رک کیوں گیا۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ نقصان یہ نہیں ہوتا کہ جو مقام ہے وہ چھن گیا نقصان یہ ہوتا ہے کہ جو مقام ہے اس میں اضافہ کیوں نہیں ہوا؟ دنیا میں بھی جو کاروبار کرتا ہے اگر وہ پانچ لاکھ خرچ کرتا ہے اور وہ اسی پہ خوش ہے کہ میرے پاس پانچ لاکھ آ گیا۔ پانچ لاکھ تو اُس نے خرچ کئے تھے اب جو پانچ سے زائد ہے منافع تو وہ ہے اور اگر وہ زائد نہیں آتا' وہ بڑھتا نہیں ہے تو نقصان تو ہو رہا ہے اگر پانچ میں سے گیا تو پھر تو بالکل ہی مارا گیا یعنی جو تعلق بارگاہ نبوی ﷺ سے ہے جو درد' جو طلب' جمال الٰہی کی' وصول حق کی' دیدار مصطفی ﷺ کی ہے' جو طلب اور جو لذت دل چاہتا ہے کہ قرب پیامبر ﷺ کی لذت مجھ میں آئے' انوارات وکیفیات مسجد نبوی اور روضہ اطہر کا امین بنوں اس آرزو میں، اس طلب میں، اس خواہش میں، ہر لمحے اضافہ ہوتا رہے تو یہ بات ہے اور اگر وہ ایک جگہ رک جائے تو یہ بھی نقصان سمجھتے ہیں صوفیا اُس تاجر کی طرح جس کے اصل زر پہ اضافہ نہیں ہوتا۔

اگر ہمیں اللہ کی مخلوق کے ساتھ محبت سے پیش آ کر انہیں واپس بلانا ہے تو سب سے زیادہ اپنے دل کو ثابت قدم رکھنا ہوگا خدانخواستہ جو خود اندھیروں میں ڈوب گئے وہ دوسروں کو روشنی کیا دے گا؟ اپنی شمع روشن رکھنی ہوگی اپنا محاسبہ کرتے رہنا ہوگا اور اس لئے نہیں کہ میں بڑا بندہ کہلاؤں' میں نے اتنے بندوں کو جو اس سے دور تھے اسکی بارگاہ میں حاضر کر دیا اور یہ بہت بڑا کام ہے اللہ کریم ہماری کوتاہیوں سے درگزر فرمائے ہمارے اس آنے جانے' مل بیٹھنے کو قبول فرمائے' توفیق عمل عطا فرمائے اور انشاء اللہ ایک وقت آ رہا ہے یہ ساری تیاری میرے نزدیک غزوۃ لہند کی ہے' سارے حالات اس طرف جا رہے ہیں اور یہ اللہ والوں کی فوج ہوگی' اسکا ہراول دستہ ہوگی۔ یہی لوگ ہوں' ایسے لوگ جن کا مقصد شہادت ہو' جو موت کے طلب گار نہیں متلاشی ہوں گے' عاشق ہوں گے۔ یہی اسکا ہراول دستہ ہوگا۔ اللہ کا یہ پیام' اللہ کا یہ نور، نبی کریم ﷺ کی الفت' بانٹتے چلے جاؤ۔ ہجرت کے ضمن میں اللہ نے فرمایا اگر کوئی گھر سے نکلا اور دو قدم چل کے بھی موت آ گئی۔ قد وقع اجرہ علی اللہ

وہ مہاجر ہے اس کی ہجرت کا اجر اللہ پر واجب ہو گیا اللہ عطا فرمائیں گے جو آج سے غزوہ الہند کی تیاری میں لگا ہے اگر موت بھی آ گئی تو وہ غزوۃ الہند کا مجاہد ہے اس کا اجر ضائع نہیں جائے گا۔

یاد رکھو! اگر ہم نہ ہوں گے تو ہمارے ساتھ آئے ہوئے لوگ تو ہوں گے وہ بھی نہ ہوں گے کچھ اُن کے لائے ہوئے کسی طریقے سے تو ہماری روح بھی وہاں پہنچے گی' کسی وساطت سے تو ہمارا نام بھی اس فہرست میں آئے گا۔ پورے درد کے ساتھ اس کام میں لگ جاؤ اللہ کریم آپ سب کو کامیاب فرمائے' سب پر راضی ہو، حاضر وغائب تمام مسلمانوں کو اس کا شعور، وآگہی عطا فرمائے اور توفیق عمل عطا فرمائے اور اس عمل کو شرف قبولیت سے نوازے۔ آمین

وآخر دعونا ان الحمد للہ رب العلمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆☆☆

> ہم زمانے کے ساتھ نہیں، ہم زمانہ بنانے والے کے ساتھ ہیں قادر مطلق کے ساتھ ہیں جو زمانے کا بھی مالک وخالق اور قادر ہے' ہم اُس کے حبیب ﷺ کے خادم ہیں اور اس کی بارگاہ کے ملازم ہیں' ہمیں زمانے کو نہیں دیکھنا زمانے کو ہمیں دیکھنا پڑے گا۔

دلوں کا اطمینان

یقیناً

اللہ

کے ذکر میں ہے

منجانب

احمد دین

ٹیکسٹائل ملز (پرائیویٹ) لمیٹڈ

مینوفیکچررز آف PC یارن

ہیڈ آفس

برائے رابطہ:- پل کویاں سمندری روڈ فیصل آباد

667571
667572

تعلق باللہ

ہمارا تعلق، ہمارا رشتہ، ہماری دوستی، ہماری ملاقات صرف اللہ کی ذات سے ہے نہ کسی کی امارت سے غرض ہے، نہ دولت سے، نہ عہدے سے، نہ قد کاٹھ سے، نہ طاقت سے، نہ شہرت سے۔ یہ رشتہ جو اللہ سے [illegible] رشتہ آپ کا [illegible] ساتھ ہے [illegible] صرف اللہ سے [illegible] اور اگر کسی کا فیصلہ یہ ہو کہ اسے یہ نہیں چاہیے تو ہمارا اس سے کوئی تعلق نہیں، کوئی رشتہ کوئی واسطہ نہ ہے نہ ہم رکھیں گے نہ رکھنا چاہیں گے اس لئے پورے خلوص کے ساتھ اللہ اللہ کیجئے۔ پورے خلوص سے دل کی گہرائی سے یہ فیصلہ کیجئے کہ مجھے اللہ چاہیے۔ اگر کسی کے دل میں یہ فیصلہ اور یہ طے شدہ بات نہیں ہوئی تو ہو سکتا ہے دس سال بیس سال بھی مرمار نے کے بعد پھر اٹھا کر ایسے پھینک دیا جائے جس طرح دریا کا پانی جھاگ اور خس و خاشاک کو اٹھا کر کنارے پہ پھینک دیتا ہے۔

امیر محمد اکرم اعوان

دارالعرفان منارہ، ضلع چکوال 1-08-2003

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیمo

والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلناo

ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ جو لوگ میرے لئے، میرے قرب کے لئے، میری رضا کے لئے محنت کرتے ہیں، مجاہدہ کرتے ہیں اُن کے لئے میں اپنی ذات کی طرف راستے کھول دیتا ہوں۔

بخشا گیا وہ یہ ہے کہ ساری مخلوق میں واحد مخلوق نسل آدم علیہ السلام اور انسانیت ہے جسے معرفتِ ذات کی استعداد دی گئی باقی سارے انتہائی مقرب فرشتے بھی حکم کی اطاعت کرتے ہیں، حاکم کی طرف نگاہ اٹھانے کی مجال نہیں ہے اور نہ اُس کی ذات سے آشنا ہو سکتے ہیں یہ صرف انسان ہے جس نے یہ بارگراں اٹھایا۔

انا عرضنا الامانتہ علی

اُس کے وصال کا طالب ہوتا ہے۔ اس میں بھی انسان کا اختیار صرف اتنا ہے کہ فیصلہ اُس کے ہاتھ میں اللہ نے دے دیا۔

انا ھدینہ السبیل اما شاکرا و اما کفوراo ایک بہت ہی آراستہ و پیراستہ خوبصورت دنیا سجا دی گئی ہے، بہت سے لوگ اُس کے لذائذ سے مستفید ہوتے ہیں جو نہیں ہوتے وہ بھی مستفید ہونے کی امید پہ دنیا سے چمٹے رہتے ہیں کیوں کہ دنیا اتنی خوبصورت، اتنی حسین، اتنی لذیز ہے اور یہ سب کچھ اُس میں ہے اللہ کی ذات کو چھوڑ کر جب بندے اُس کی طرف لپکتے ہیں تو پھر کچھ تو اُس میں بھی ہے اور بالکل وہی صورت حال بن جاتی ہے۔

ساری دنیا کا قاعدہ الگ ہے اس بارگاہ کا ضابطہ الگ ہے۔ چونکہ وہ محبتیں اور ہیں وہ محبتیں اپنے اندر تلخی بھی رکھتی ہیں۔ یہ محبت سراسر مٹھاس ہی مٹھاس ہے اس میں تلخی نہیں ہے جو بھی اس میں آتا ہے وہ ایک دوسرے سے بھی محبت کرتا چلا جاتا ہے اور یہ کمال محبوب کا ہے۔

انسان اس کے دست قدرت میں ہے اور لا تتحرک ذرۃ الا باذن اللہ کوئی ذرہ کوئی پتہ اللہ کے حکم کے بغیر، اجازت کے بغیر حرکت نہیں کرتا۔ انسان بھی نہ اپنی مرضی سے پیدا ہوتا ہے نہ اپنی مرضی سے قد کاٹھ اور شکل بناتا ہے سب کچھ وہی ہوتا ہے جو اللہ چاہتا ہے لیکن انسان کو جو شرف انسانیت

السمٰوت والارض والجبال فابین ان یحملنھا۔ آسمانوں اور زمینوں میں یہ جرات نہ ہوئی کہ اس بارگراں کو اٹھاتے لیکن انسان نے اٹھایا اور اشرف المخلوقات قرار پایا۔ مخلوقات میں صرف انسان ہے جو اُس کی ذات کی بات کرتا ہے، اُس کی ذات سے اپنا رشتہ اُستوار کرتا ہے، اُس کی ذات کا طالب ہوتا ہے،

رخِ روشن کے آگے شمع رکھ کر وہ یہ کہتے ہیں
اُدھر جاتا ہے دیکھیں یا اِدھر پروانہ آتا ہے

ایک طرف جمال باری ہے دوسری طرف دنیا کی شمع ہے اور انسان درمیان میں پروانے کی طرح۔ فیصلہ اُسے کرنا ہے کہ اس نے کدھر جانا ہے انسان کو یہ فیصلے کا اختیار دیا گیا لیکن یہ ضروری نہیں کہ وہ دنیا کی طلب کا فیصلہ کرے اور دنیا پا بھی لے۔ جو وہ چاہتا ہے وہ ہو

بھی جائے ہاں اگر وہ اللہ کے قرب کا فیصلہ کرے تو اُس پہ اللہ نے وعدہ فرمادیا کہ جو یہ فیصلہ کرے گا اُس کا کام میں آسان کر دوں گا۔ میں اپنی بارگاہ کے راستے اس پر کھول دوں گا۔ والذین جاھدو فینا لنھد ینھم سبلنا ہزاروں راستے اپنی طرف کھول دوں گا۔ یھدی الیہ من ینیب. جو دل میں یہ طے کرلیتا ہے کہ مجھے اللہ کا قرب چاہئے کسی بھی قیمت پر' سارا جہان وار دوں گا' لیکن اللہ کا قرب نہیں چھوڑوں گا۔ فرمایا اُسے میں خود گلے لگالیتا ہوں لیکن اگر اللہ کو چھوڑ کر دنیا کی طرف کا فیصلہ کرتا ہے تو یہ ضروری نہیں کہ وہ دنیا پالے اور اگر پا بھی لے تو اُس سے استفادہ بھی کرے یا پا بھی لے تو اُس سے اُسے لذت نصیب ہو۔ ہو سکتا ہے اُسی سے بیمار ہو جائے' ہو سکتا ہے دولت کے لئے قتل ہو جائے' ہو سکتا ہے اقتدار کے لئے پھانسی پہ لٹکا دیا جائے' ضروری نہیں کہ وہ پا بھی لے لیکن اگر اپنے دل میں یہ فیصلہ کرتا ہے کہ مجھے اللہ کا قرب چاہئے' تو اُس سے دنیا چھن نہیں جاتی' روزی وہ بھی کھاتا ہے' لباس وہ بھی پہنتا ہے' کاروبار حیات وہ بھی کرتا ہے لیکن اُس کا کام کاج اطاعتِ الٰہی کے دائرے میں محدود ہو جاتا ہے۔ وہ بے لگام نہیں رہتا کہ جو چاہا کھالیا' جہاں چاہا چرلیا' جہاں چاہا چلے گئے' جانوروں کی زندگی نہیں رہتی۔ اُس کی زندگی منظم باضابطہ احکام الٰہی اور سنت آقائے نامدار ﷺ کے دائرہ کار کے اندر آجاتی ہے' خوبصورت ہو جاتی ہے' حسین ہو جاتی ہے' مزے دار ہو جاتی ہے پُر لطف ہو جاتی ہے۔

یہ فیصلہ دماغ نہیں کرتا یہ فیصلہ دل کرتا ہے اور سارے فیصلے دل ہی کرتا ہے۔ دل اگر صرف دنیا سے آشنا ہوا اور اللہ سے آشنا ہی نہ ہو تو فیصلہ کیا خاک کرے گا؟ جسے جانتا ہی نہیں اُسے پانے کے لئے کیا قربانی دے گا؟ لہٰذا قرآن حکیم نے جتنی عبادات کا حکم دیا اُن کے اوقات' اُن کی تعداد' اُن کا طریقہ کار حتیٰ کہ نبی

اگر ہمارا کردار صحیح نہیں ہوتا تو ہم خواہ کتنی ہی لچھے دار تقریریں کرتے رہیں ان کا کوئی اثر نہیں ہوگا۔

علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرض سے لیکر سنت' واجب' مستحب تک واضح کر دیا' اُن کا طریقہ کار پنجگانہ صلوٰۃ ہے اُس کے اوقات' حدود وقیود اور طریقہ کار متعین ہیں۔ رمضان المبارک ہے' روزے کی شرائط' حدود سارا کچھ متعین ہے۔ حج ہے سارے ارکان' اوقات' سارا طریقہ کار متعین ہے۔ جہاد ہے' حدود وقیود متعین ہیں' ضرورت متعین ہے۔ زکوٰۃ ہے' حدود اور اُس کے سارے ضابطے متعین ہیں لیکن ایک عبادت جس کا حکم قرآن کریم نے سب سے زیادہ بار دیا' بلاواسطہ اور بالواسطہ کم و بیش آٹھ سو دفعہ ذکر کا حکم قرآن حکیم میں دہرایا گیا ہے اور اس پہ کوئی قید نہیں لگائی وہ ذکر ہے کہ رات کو کرو' دن کو کرو' کھڑے ہو کر کرو' بیٹھ کر کرو۔ چلتے ہوئے کرو' لیٹ کر کرو' کوئی لمحہ اللہ کے ذکر سے خالی نہ جائے اور کثرت سے ذکر کرتے رہو اور فرمایا۔

ولا تکن من الغفلین۔ کبھی غافلوں میں شمار مت ہو جاؤ۔ غفلت ایک لمحے کی بھی ہے ایک سال کی بھی ہے۔ واذکر اللہ ذکر کثیرا. کہیں فرمایا وتبتل الیہ تبتیلا. تبتل ہوتا ہے کلی طور پر الگ ہو جانا یعنی پوری کائنات سے، نہ صرف دنیا سے بلکہ جہانوں سے اس طرح الگ ہو جاؤ کہ صرف اللہ رہ جائے اور تم رہ جاؤ۔ اس طرح ذکر کرو کہ زمین و آسمان بلکہ جنت و دوزخ کچھ بھی ہوش میں نہ رہے ایک اللہ کی ذات اور ایک تم ہو یہ تبتل ہے۔ جس طرح شریعت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بتانے سے مخلوق کو پہنچی۔ جس طرح قران حضور ﷺ کے بتانے سے مخلوق تک پہنچا۔ اُس طرح ذکر قلبی بھی حضور ﷺ کے قلب اطہر کی برکات سے مخلوق تک پہنچا اور صحابہ کبار کو قران وحدیث کے ساتھ صحبت پیامبر ﷺ نے جو بہت بڑی نعمت دی وہ یہ تھی۔

ثم تلین جلودھم وقلوبھم الی ذکر اللہ.

کھال سے لیکر نہاں خانہ دل تک وجود کا ہر ذرہ ذاکر ہو گیا' ہر صحابی کے وجود کا ہر ذرہ خون کا ہر قطرہ' ہر رگ و ریشہ' اور یہ اللہ کریم کا

احسان ہے کہ نہیں کوئی ایسی صورت حال نصیب ہو جائے جہاں واقعی کیفیاتِ قلبی اور ذکر قلبی نصیب ہو جائے۔ الحمدللہ اللہ کریم نے حضرت رحمتہ اللہ علیہ کی صورت میں ایک عظیم شیخ عطا فرمایا اور لاکھوں قلوب اُس سے سیراب ہوئے۔

لیکن یہ یاد رکھیں! ہمارا تعلق، ہمارا رشتہ، ہماری دوستی، ہماری ملاقات، صرف اللہ کے لئے ہے کسی کو کسی سے نہ کسی کی امارت سے غرض ہے نہ دولت سے نہ عہدے سے نہ قد کاٹھ سے، نہ طاقت سے، نہ شہرت سے' یہ رشتہ جو اللہ کے گھر میں ہے، جو رشتہ آپ کا میرے ساتھ ہے جو میرا آپ کے ساتھ ہے' یہ صرف اللہ کے نام کا ہے اور اگر کسی کا فیصلہ یہ ہو کہ اُسے یہ نہیں چاہیے تو ہمارا اُس سے کوئی تعلق نہیں' کوئی رشتہ کوئی واسطہ نہ ہے نہ ہم رکھیں گے' نہ رکھنا چاہئیں گے اس لئے پورے خلوص کے ساتھ اللہ اللہ کیجئے۔ پورے خلوص سے' دل کی گہرائی سے یہ فیصلہ کیجئے کہ مجھے اللہ چاہیے۔ اگر کسی کے دل میں یہ فیصلہ اور یہ طے شدہ بات نہیں ہوگی تو ہو سکتا ہے دس سال بیس سال بھی مر مار نے کے بعد پھر اٹھا کر ایسے پھینک دیا جائے جس طرح دریا کا پانی جھاگ اور خس وخاشاک کو اٹھا کر کنارے پہ پھینک دیتا ہے۔ سو پہلا کام یہ ہے کہ اپنے اندر یہ تلاش کیجئے کہ آپ نے صمیم قلب سے یہ طے کر لیا ہے کہ کوئی بھی طاقت مجھ سے اللہ کا دامن نہیں چھین سکتی' کوئی بڑی سے بڑی دولت' اقتدار' وقار کوئی شے' میرے ہاتھ سے دامانِ محمد ﷺ کو چھین نہیں سکتا' مجھے اللہ چاہئے۔ کہاں سے ملے گا؟ محمد رسول اللہ ﷺ سے ملے گا۔ ایک ہی دروازہ ہے بارگاہ الوہیت کو جانے کا۔ سارے نقصان برداشت کر سکتا ہوں لیکن یہ طلب، یہ آرزو، یہ رشتہ' نہیں چھوڑ سکتا۔

دوسرا کام اس راستے میں جو فرض بھی ہے اور آزمائش بھی ہے وہ یہ ہے کہ اللہ کی دوسری مخلوق کو' کتنے بندوں کو ہم اللہ سے آشنا کر

> **آج بھی احیائے اسلام کے لئے ہمیں اپنے آپ کو اسلام پر کاربند کرنا ہوگا' سب سے بڑا عظیم کام یہ ہے کہ اپنے آپ پر اسلام نافذ کر دیا جائے۔**

سکتے ہیں۔ یہ عجیب بارگاہ ہے کہیں کسی سے کوئی ایک شخص محبت کرتا ہے ہو پھر دوسرا کرنے لگے' دس کرنے لگیں تو سارے آپس میں رقیب بن جاتے ہیں' ایک دوسرے کے دشمن ہو جاتے ہیں لیکن یہاں عجیب معاملہ ہے کہ جتنے جتنے اللہ کے عاشق، اللہ کے نبی ﷺ کے عاشق بنتے جائیں وہ ایک دوسرے سے بھی محبت کرتے چلے جاتے ہیں ساری دنیا کا قاعدہ الگ ہے اس بارگاہ کا ضابطہ الگ ہے۔ چونکہ وہ محبتیں اور محبتیں ہیں وہ محبتیں اپنے اندر تلخی بھی رکھتی ہے' یہ محبت سراسر مٹھاس ہی مٹھاس ہے اس میں تلخی نہیں ہے جو بھی اس میں کرتا ہے وہ ایک دوسرے سے بھی محبت کرتا چلا جاتا ہے اور یہ کمال محبوب کا ہے۔

اب اللہ کے بندوں کو کیسے بچایا جائے؟ بہت سے طریقے ہیں ہم تقریر کرتے ہیں تبلیغ کرتے ہیں' لوگ دنیا کا سفر کرتے ہیں اللہ کی بات پہنچانے کیلئے' تبلیغ کرتے ہیں' اپنے کرایے پہ جاتے ہیں' اپنا کھانا کھاتے ہیں محنت کرتے ہیں' لٹریچر چھاپتے ہیں' سارے حیلے کرتے ہیں لیکن ایک ارشاد نبوی ؐ جس کا مفہوم یہ ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا اسلام جس طرح شروع میں پھیلا تھا آخری زمانے میں بھی اسی طریقے سے احیائے اسلام کا کام ہوگا اُس طرح سے پھر دوبارہ دنیا پہ چھائے گا۔

اس مفہوم کی بہت سی تشریحات علمائے کرام نے کیں' اپنے اپنے انداز سے بیان فرمائیں۔ کسی نے تعلیم وتعلم کو اس کا مفہوم قرار دیا' کسی نے تبلیغ کو اس کا حاصل قرار دیا۔ اللہ کریم نے جو سمجھ مجھے عطا فرمائی ہے اور اس ارشاد نبوی ﷺ کا جو مفہوم میں سمجھا ہوں وہ یہ ہے کہ اسلام تقریروں سے' مدرسوں سے' تعلیم وتعلم سے نہیں پھیلا' پھیلنے کا سبب کچھ اور تھا۔ تعلیم پر نبی کریم ﷺ نے بہت زیادہ **ترجیح** فرمائی اور بہت زیادہ اہمیت تعلیم کی ارشاد فرمائی اور ابتدا سے ہی حضور ﷺ تعلیم کی طرف متوجہ ہوئے۔ نہ صرف دینی تعلیم بلکہ دنیاوی تعلیم کی اہمیت بھی آپ نے اُجاگر فرمائی۔ تبلیغ کا حکم بھی دیا۔ سارے کام اپنی جگہ ہیں لیکن اُس عہد میں

اسلام کے پھیلنے کا سبب صحابہ اکرام کا کردار تھا۔ علماء حضرات اگر توجہ فرمائیں گے اور تحقیق فرمائیں گے تو میرے ساتھ سارے اتفاق کریں گے کہ نہ لمبی تقریریں ہوتی تھیں۔ نہ کوئی لمبی مجالس ہوتی تھیں نہ کوئی وعظ و نصیحت اس طرح سے ہوتا تھا' نہ کوئی تحریر چھپتی تھی' نہ کوئی کتابیں چھپتی تھیں ہاں' جدھر سے صحابہ اکرامؓ کا گزر ہوتا جن لوگوں کے ساتھ اُن کا معاملہ ہوتا' اٹھنا بیٹھنا ہوتا' خرید و فروخت ہوتی' جن سے وہ جنگ بھی کرتے تھے جنگ میں بھی ضابطوں کو اتنا دِ نظر رکھتے کہ مخالف اسلام قبول کر لیتا یعنی زندگی کے باقی امور کو تو چھوڑ دیں جہاد میں اور جنگ میں بھی حدود و قیود کا اتنا اہتمام ہوتا تھا یہ جو آپ کے برصغیر میں جب مسلمان آئے تو جو معرکہ کفر و اسلام کا بپا ہوا اس میں سندھ کے حکمران راجہ داہر کا مقابلہ مسلمانوں کے جرنیل محمد بن قاسمؒ سے ہوا پہلا معرکہ بلوچستان کی سرحد پر ہوا۔ اس میں راجہ داہر کے سپہ سالار کا بیٹا جرنیل تھا' وہ قیادت کر رہا تھا' شکست ہوئی ہندوؤں کو' وہ زخمی ہو کر پکڑا گیا' گرفتار ہوا تو لشکر اسلام نے اس کے مقام و مرتبے کے مطابق اُسے رکھا اور اس کے مطابق اُسے کھانا' پانی' آرام مہیا کیا۔ پوری تندہی سے اس کا علاج کیا اور ایک آدھ ہفتے میں وہ ٹھیک ہو گیا اور مورخ لکھتا ہے کہ وہ یہ سوچا کرتا تھا کہ یہ میرا علاج معالجہ اس لئے کر رہے ہیں کہ جب میں ٹھیک ہو جاؤں گا تو یہ مجھے مار پیٹ کر مجھ سے حکومت کے فوجی راز اگلوائیں گے پوچھیں گے کہاں کہاں اور قلعے ہیں' ان کے اندر کیا کیا دفاعی نظام ہے؟ فوجی معلومات حاصل کریں گے۔ لیکن وہ حیران رہ گیا کہ جب وہ بالکل صحت مند ہو گیا تو محمد بن قاسم خود اس کے خیمے میں آئے تو پوچھا کیا آپ ٹھیک ہیں؟ ہمارے طبیب کہتے ہیں آپ ٹھیک ہیں۔ ہاں' اس نے کہا' میں بھی محسوس کرتا ہوں میں ٹھیک ہوں تو آپ نے فرمایا اس کی وردی لاؤ اس کے سارے رینک وغیرہ۔ اس نے دیکھا وردی بڑی تہہ کی ہوئی تھی اُس کے رینک وغیرہ بھی جو اس کے پاس جھنڈا تھا وہ بھی ہے گھوڑا بھی اسکا ہے اور سارا ساز و سامان' اسلحہ بھی اس کا اپنا تلوار' تیر کمان' جو کچھ بھی تھا وہ بھی اس کا اپنا ہے اور سارا صاف ستھرا کر کے چمکا کر اسے دے دیا۔ فرمایا یہ رہی تمہاری وردی' یہ تمہارا گھوڑا' یہ تمہارا اعزاز اور تم آزاد ہو' چلے جاؤ جدھر جانا چاہتے ہو۔ حیران ہو گیا اس نے کہا آپ جانتے نہیں میں سپہ سالار کا بیٹا ہوں اور میں جرنیل ہوں۔ فرمایا' میں جانتا ہوں اس نے کہا اگلی دفعہ پھر میں آپ کے مقابلے میں آ جاؤں گا۔ فرمایا' پھر لڑیں گے اگر تمہیں شوق ہوا تو آ جانا جب مقابلے میں آؤ گے تو تب لڑیں گے اب تو ہماری تم سے کوئی لڑائی نہیں ہے۔ اب تو تم ہمارے قیدی ہو۔ ہم تمہیں قید کرنے کیلئے نہیں آئے' ہم تمہیں آزادی سے آشنا کرنے آئے ہیں۔ تم بتوں کے قیدی ہو' رسومات کے قیدی ہو' بے شمار رواجات کے قیدی ہو' بادشاہ کے قیدی ہو' ہمارے بھی قیدی بن گئے۔ کم از کم ایک قید کا بوجھ تو تمہاری گردن سے اتار سکتے ہیں۔ وہ شخص واپس پہنچا راجہ داہر کے دربار میں ساری صورت حال بتائی اور دربار میں کھڑے ہو کر اس نے کلمہ پڑھ لیا کہ میں مسلمان تو وہاں ہو گیا تھا ان کا جو میرے ساتھ سلوک تھا اس نے مجھے مسلمان کر دیا وہاں اعلان اس لئے نہیں کیا کہ تم کہو گے ان کے ڈر سے مسلمان ہو گیا۔ لہذا میں تمہارے دربار میں کلمہ پڑھ رہا ہوں اور جب راجہ داہر کو شکست ہوئی اور دیبل جو اسکا دارالخلافہ تھا جہاں اب کراچی ہے' فتح ہوا تو جو باقی مسلمان قیدی وہاں تھے جن کے لئے یہ سارا کچھ ہوا تھا ان کے ساتھ اس جرنیل کو بھی وہاں قید سے نکالا گیا۔ یہ تو تبع تابعین کے بعد کا عہد ہے اگر یہ حسن سلوک اس عہد میں جنگوں میں بھی تھا تو عہد صحابہ میں عہد تابعین میں جہاں سے اسلام شروع ہوا وہاں کیا حسن سلوک ہوتا ہو گا؟۔

اللہ کی کتاب ہے رسول ﷺ کی بات کی شرح آپ قیامت تک کرتے چلے جائیے تو نکلتی چلی جائے گی۔ جو بھی حدود سنت کے اندر ہو گی۔ درست ہو گی۔

اسلام اب پھر جو زندہ ہو گا حضور ﷺ کے ارشاد کے مطابق میرے آپ کے کردار

ے ہوگا اور اگر ہمارا کردار صحیح نہیں ہوتا تو ہم خواہ کتنی ہی لچھے دار تقریریں کرتے رہیں ان کا کوئی اثر نہیں ہوگا بے شک مضامین لکھتے رہیں' کتابیں چھاپتے رہیں' بڑی بڑی لمبی تقریریں کرتے رہیں' اُن میں شعر پڑھتے رہیں اور بڑا انہیں مزے دار بناتے رہیں' اس سے تبدیلی نہیں آئے گی۔ تبدیلی تب ہی آئے گی جب ہم خود عملاً مسلمان ہوں گے۔ دوسروں سے جو برتاؤ کریں گے وہ ایک مسلمان کا برتاؤ ہوگا' خرید و فروخت میں' میل جول میں دوستی دشمنی میں' اللہ کی مخلوق سے ہمارا واسطہ پڑے گا وہ ایک مسلمان کا کردار ہوگا اور یہ کردار احیائے اسلام کا سبب بنے گا۔

اللہ جل شانہ، کی بات اتنی بڑی ہوتی ہے کہ چودہ صدیاں بیت گئیں قرآن کی تفسیریں کرتے لوگوں کو لیکن ہر آنے والے کیلئے نئی بات اس میں موجود ہوتی ہے اور ہر غواص' جواہرات اور موتی اس میں سے نکالتا رہتا ہے۔ کسی نے یہ نہیں کہا کہ اب اس کے بعد مزید تشریح کی ضرورت نہیں رہی۔ اس لئے کہ اللہ کی کتاب ہے رسول ﷺ کی بات کی شرح آپ قیامت تک کرتے چلے جایئے تو نکلتی چلی آئے گی۔ اللہ کے رسول کی بات ہے اسی ارشاد کے بے شمار مفاہیم علماء نے بیان کئے میں نے یہ سمجھا شاید بعد میں آنے والے اور بہترین باتیں نکالیں گے اور ساری اپنے اپنے انداز سے درست ہو سکتی ہیں اور ایک دوسرے سے ٹکرائے گی نہیں۔ جو بھی حدودِ سنت کے اندر ہوگی' درست ہوگی۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ سب سے خوبصورت مفہوم یہی رہے گا کہ اسلام ابتدائے اسلام بھی مسلمانوں کے کردار سے بنا۔

صلح حدیبیہ کے وقت بظاہر دیکھا جائے تو حضور اکرم ﷺ نے جس معاہدے پہ دستخط فرمائے مسلمانوں نے بڑی دب کر صلح کی جب یہ بات حضور ﷺ سے عرض کی گئی تو فرمایا تم نہیں سمجھتے تم کچھ دنوں کیلئے اس تصادم کو ترک

ذکر اذکار کا حاصل عملی زندگی کی وہ تبدیلیاں ہیں جو ہمیں آقائے نامدار ﷺ کا حقیقی غلام بنا دیں۔

جانے دو اور لوگوں کو مسلمانوں سے ملنے جلنے دو۔ جسے یہ مشرکین مکہ سمجھ رہے ہیں کہ مسلمان دب گئے ہیں اس میں ان کی موت ہے کہ مسلمانوں سے جو قبائل ملیں گے وہ مسلمان ہوتے چلے جائیں گے اور ایسا ہی ہوا کہ جب وہ تصادم ٹلا' کچھ عرصے کیلئے جنگ بندی ہوئی صلح حدیبیہ کے نتیجے میں اور عام قبائل اور عام لوگوں کا آنا جانا مسلمانوں سے میل جول ہوا انہیں پتہ چلا کہ ان کا کردار کیا ہے۔ یہ کہتے کیا ہیں' سوچتے کیا ہیں' یہ کرتے کیسے ہیں' یہ ملتے کیسے ہیں' یہ لین دین کیسے کرتے ہیں تو وہ مسلمان ہوتے چلے گئے۔ آج بھی احیائے اسلام کے لئے ہمیں اپنے آپ کو اسلام پر کاربند کرنا ہوگا۔ سب سے بڑا عظیم کام یہ ہے کہ اپنے آپ پر اسلام نافذ کر دیا جائے صرف اپنے ملک پر ہی نہیں بلکہ دنیا پر نفاذِ اسلام کا سبب بن جائے گا اور اگر خود کو الگ رکھ کے نعرے لگاتے رہیں نفاذِ اسلام کے' اس سے کچھ نہیں ہوگا ہم نے پچپن سال میں دیکھ لیا اس چھوٹے سے ملک میں نعرے لگا لگا کے کتنا سا اسلام نافذ ہوا۔

ذکر اذکار کا حاصل صرف مراقبات نہیں ہیں' صرف مقامات نہیں ہیں عملی زندگی اصل حاصل ہے اصل پھل اور اصل حاصل جو ہے وہ عملی زندگی کی وہ تبدیلیاں ہیں جو ہمیں آقائے نامدار ﷺ کا حقیقی غلام بنا دیں۔ آپ کی اطاعت کی سعادت عطا ہو جائے اور آپ کے ساتھ رشتہ الفت استوار ہو جائے' جمال پیامبر کی طلب زندہ ہو جائے' جمال باری کی آرزو پیدا ہو جائے۔ لمبی تقریر سے حاصل کچھ نہیں ہوگا یہ ایک جملہ اور ارشاد نبوی ﷺ کے اس کے ایک مفہوم پر ہماری ساری محنت کا مدار ہے اللہ کریم ہمیں اس کی سمجھ ہی نہیں توفیق عمل بھی عطا فرمائے ہمارے چلنے پھرنے کو اسلام کا قاصد بنا دے' داعی بنا دے۔ آمین

و آخر دعونا ان الحمد للہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اے اللہ!

ہمیں جذبہ جہاد اور
جذبہ شہادت عطا فرما

U.K. گارمنٹس (انٹرنیشنل)

ایکسپورٹرز اینڈ مینوفیکچررز
آف ہوزری گارمنٹس

گارمنٹس اور بہترین ہوزری مصنوعات
یورپ اور امریکہ کو ایکسپورٹ کی جاتی ہیں

برائے رابطہ:- پل کوریاں سمندری روڈ فیصل آباد فون نمبر:- 665971

شرفِ انسانیت

ایک طرح کا بادل برستا ہے ایک رنگ کا پانی ہے لاکھوں تنکے برآمد ہوتے ہیں ہر تنکا گل بکف ہے ہر پھول کا رنگ جدا، بو جدا، تاثیر جدا، کون ہے جو یہ سب کچھ کر رہا ہے؟ ہے کوئی جو اُسے روکے۔ مخلوق کتنی ترقی کر جائے کتنی چیزیں بنائے دنیا کی کوئی مشین اُس خصوصیت کی گھاس کا ایک تنکا نہیں بنا سکتی جو زمین سے پیدا ہوتا ہے۔ خالق کی صنعت اور مخلوق کی صنعت میں حد فاصل موجود ہے۔

امیر محمد اکرم اعوان

دارالعرفان منارہ، ضلع چکوال 25-7-2003

بسم اللہ الرّحمٰنِ الرَّحِیمo

ولتین والزیتونo وطور سینین oوھذا البلد الامینo لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم oثم رددنہ اسفل سافلین oالا الذین امنو وعملوا الصلحت فلھم اجر غیر ممنونo فما یکذبک بعد بالدینo الیس اللہ باحکم الحکمینo

ارشاد باری تعالیٰ حضرت انسان کی حقیقت کو آشکارہ کرتا ہے اس کی اصل اور اساس کا پتہ دیتا ہے اور پھر اس کے انجام کی بات بھی ارشاد فرماتا ہے اللہ جل شانہٗ نے چار چیزوں کی قسم کھائی۔ قسم کا جو مفہوم ہے وہ یہ ہوتا ہے کہ جس چیز کی قسم کھائی جائے وہ اس بات پر گواہ ہوتی ہے اسی لئے اللہ جل شانہٗ کے علاوہ کسی کی قسم کھانا جائز نہیں اللہ کریم نے کیوں مخلوق کی قسم کھائی اللہ کو قسم کھانے کی ضرورت نہیں ہے اللہ کریم نے نوع انسان کو متوجہ فرمایا کہ اگر ان چیزوں میں غور کرو تو جو بات آ گے کی جارہی ہے اُسکی شہادت ان میں موجود ہو۔

والتین۔ تین ایک پھل ہے جسے اردو میں انجیر کہتے ہیں جو غذا بھی ہے دوا بھی ہے معدے کی بھی اصلاح کرتا ہے خون کو بھی صاف کرتا ہے جگر کو بھی صاف کرتا ہے، انسانی جلد کو بھی جلا بخشتا ہے اور جسم کے سارے اعضاء رئیسہ کو قوت پہنچاتا ہے۔ اطباء کے مطابق اگر آدمی روزانہ ایک انجیر کھا لے تو بے شمار غیر متوقع بیماریاں جو اُسے راستہ گزرتے چمٹ جاتی ہیں یا جو تھکاوٹ اور کمزوری اعضاء و جوارح میں پیدا ہو جاتی ہے اُس کا علاج بن جاتا ہے یعنی روزانہ کا ایک انجیر جو ہے وہ بہت سی بیماریوں کی دوا بن جاتا ہے۔ کسی کا خون خراب ہے تو اس کے لئے علاج ہے کسی کے چہرے پہ پھنسیاں نکل گئی ہیں اُس کے لئے علاج ہے جلد کی رنگت خراب ہوگئی اُس کے لئے ہے خواتین کو عموماً چھائیاں سی چہرے پہ پڑ جاتی ہیں اُس کا بھی بہترین علاج ہے معدے کی بھی اصلاح کرتا ہے جگر کی اصلاح کرتا ہے دل اور دماغ سمیت اعضاء رئیسہ کو تقویت پہنچاتا ہے۔ یعنی التین میں خصوصیت ہے کہ جس وجود میں جاتا ہے اُس کی تمام کمزوریوں کا مداوا کرتا ہے۔

اللہ ہر جگہ موجود ہے ہر وقت موجود ہے ہر آن موجود ہے پھر ہم اُسے تلاش کیوں کر رہے ہیں اور ہمارے اور اللہ کے درمیان کون سی دیواریں، کون سے جنگل، کون سے صحرا حائل ہیں جنہیں ہمیں پاٹنا ہے۔

والزیتون۔ زیتون بحیثیت پھل بھی بے شمار کھایا جاتا ہے آجکل بھی۔ اور ڈبوں میں پیک ہو کر ساری دنیا میں بکتا ہے اور زیتون کا تیل بھی نکالا جاتا ہے میں سمجھتا ہوں زیتون کے تیل کی بھی فضیلت کے لئے ایک بات کافی ہے کہ حضور اکرم ﷺ زیتون کے تیل سے روٹی کو چپڑ کر کھانا پسند فرماتے تھے۔ کسی چیز کا بارگاہ

عالی صلی اللہ علیہ وسلم میں مقبول ہوا تا اس سے بڑی اس کی بہتری کی کوئی سند میری سمجھ میں نہیں آتی۔لیکن اطباء کے نزدیک جتنی بھی طاقت بخش غذائیں ہیں اُن سب میں گھی طاقت بخش غذا ہے لیکن گھی کے مضر اثرات بھی ہیں۔اگر آدمی دیسی گھی کھاتا ہے اور مشقت نہیں کرتا ،مزدوری نہیں کرتا، مجاہدہ نہیں کرتا ،ورزش نہیں کرتا ،تو یہ اُس کے لئے زہر قاتل بن جاتا ہے اور اُس کی رگوں میں خون میں شامل ہونا شروع ہو جاتا ہے جسے کولیسٹرول کہتے ہیں۔عجیب بات یہ ہے کہ اطباء کے نزدیک زیتون کے تیل میں قوت گھی سے زیادہ ہے اور اپنے سے اگر کولیسٹرول ہے تو اُسے منفی کرتا ہے یعنی یہ عجیب بات ہے کہ طاقت اور قوت زیتون کے تیل میں گھی کی نسبت زیادہ ہے لیکن کھانے والے کے وجود میں اگر پہلے سے کولیسٹرول زیادہ ہو رہا ہے یا اُس کی چربی یا اُس کے جسم میں جو اس قسم کی چیز جو خون میں مل رہی ہے تو اُسے گلا کر ختم کر دیتا ہے اور خون کو صاف کر دیتا ہے یعنی کولیسٹرول کا علاج بھی بن جاتا ہے۔تو گویا دو باتیں اس میں ہوئیں قوت اور اصلاحِ احوال۔طور سینین۔طور سینا وہ پہاڑ ہے جہاں موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام اپنی بھگی ڈال کر بیٹھ جاتے اور براہ راست رب العلمین سے شرف ہم کلامی نصیب ہو جاتی۔ اشتیاق بڑھا باتوں نے دل میں آتش عشق کو ہوا دی اور عرض کی۔

رب ارنی انظر الیک ۔ اللہ حجاب بتادے مجھے ایک نظر دیکھ بھی لینے دے۔باتوں کی لذت، گفتار کی شیرینی نے بے بس کر دیا۔ جمال جہاں تاب سے ذرا پردہ سرکا دے۔ انظر الیک ۔ میں تجھے دیکھنا چاہتا ہوں فرمایا۔لن ترانی ۔ موسیٰ علیہ السلام اس دنیا میں اس عالم میں ان آنکھوں سے مجھے دیکھنا ممکن نہیں ہے اگرچہ تو میرا اولوالعزم رسول ہے شرف ہم کلامی سے مشرف ہے لیکن اس نگاہ سے دیکھنا ممکن نہیں ہے تو نہیں دیکھ پائے گا۔

عزت اللہ کے حق ہے اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو سزاوار ہے اور اللہ کے بندوں کو سزاوار ہے اور دنیا میں کسی کے پاس کوئی عزت نہیں۔

ولکن انظر الی الجبل ۔ ہاں مجھے دیکھنے کے لئے اس پہاڑ کو دیکھ' طور سینا کو دیکھ فلما تجلیٰ ربہ للجبل جعلہ دکا وخر موسیٰ صعقا ہ تھوڑی سی تجلی جمال رخ جہاں آرا کی' اللہ کریم نے پہاڑ پہ ڈالی ذرا سا پردہ سرکایا تو رُخ انور کے جمالِ جہاں تاب سے پہاڑ کے پرخچے اڑ گئے اور موسیٰ علیہ السلام جو ایک طرف بیٹھے تھے وہاں بے ہوش ہو گئے جب ہوش آیا تو عرض کی کہ اللہ میں نے جو کچھ عرض کیا تھا اُس سے بھی توبہ کرتا ہوں اور فرمایا فخذ ما اتیتک وکن من الشکرین ہ موسیٰ علیہ السلام میں خوب جانتا ہوں مجھے کس بندے کو کب کہاں اور کیا دینا ہے جو عطا ہو جائے اُسے قابو رکھ۔فخذ سینے سے لگا لے اُسے ضائع نہ ہونے دے۔وکن من الشکرین اور میرا شکر ادا کرتا رہ۔کیونکہ کسی کا مجھ پر کوئی حق نہیں بنتا کہ وہ مطالبہ کرے کہ یہ میرا حق ہے مجھے دے دو کچھ بھی نہیں کسی نے کچھ مجھے دیا نہیں ہے۔مجھ سے سب نے لیا ہے۔وجود سے لیکر اعضا و جوارح تک،حواس سے لیکر ارادے تک،دل سے لیکر دماغ تک، گھر بار سے لیکر مال و دولت تک اور زندگی سے لیکر موت مابعد الموت قیامت حشر نشر جنت تک سب مجھ سے لیتے ہی چلے جا رہے ہیں کسی کا اُدھار میرے ذمے نہیں ہے کہ وہ مجھ سے مطالبہ کرے کہ یہ میرا حق بنتا ہے۔مجھے دے دے نہیں۔لہٰذا جو میں عطا کرتا ہوں وہی اُس بندے کو سزاوار ہوتی ہے اُسے قابو کر لے اُسے ضائع نہ ہونے دے،اور میرا شکر ادا کرتا رہے۔ طور گویا وصال الٰہی کا چشم دید گواہ ہے۔

والتین والزیتون ہ وطور سینین وھذا البلد الامین ہ اور اسی شہر امین کی قسم کھاتا ہوں کہ جہاں جو بھی آئے اُسے رد نہیں کیا جاتا اُسے بھگایا نہیں جاتا اُسے مہبط تجلیات الٰہی تک رسائی حاصل ہوتی ہے۔اُسے کھانے کو ملتا ہے،رہنے کو جگہ ملتی ہے۔دنیا میں کوئی ایسا شہر نہیں ہے جہاں ایک دم سے اتنی مخلوق جمع ہو جائے اور اُسے دنیا کی ہر نعمت میسر

ہو مزے کی بات تو یہ ہے کہ ہر بندے کے لئے دنیا کی ہر نعمت ہر وقت اور ہر موسم میں موجود ہے سردیوں میں آم کھاؤ اور کھانے ہیں تو مکہ مکرمہ چلے جاؤ اور گرمیوں میں مالٹا کھانا ہے تو مکہ مکرمہ چلے جاؤ وہاں موسم کی قید نہیں ہے ہر موسم میں دنیا کی ہر نعمت وہاں ملتی ہے اور بندہ کیا ہوتا ہے؟ گناہ سے آلودہ لغزشوں سے بھرا ہوا ناکارہ نااہل اور کئی تو ایسے ہوتے ہیں میرے جیسے جنہیں فالتو سمجھ کر کہ بابا یہاں بہت دماغ کھاتا ہے اسے حج پر بھیجو چلو کچھ عرصہ تو ٹلا رہے گا بعضوں کو حکومتیں سزا دے کر حج پر بھیج دیا کرتی تھیں جب برسوں لگتے تھے آنے جانے میں کہ کچھ عرصہ بیت جائے بادشاہ حکم دے دیا کرتے تھے کہ انہیں حج پہ روانہ کر دو۔ کوئی کیسا بھی ہے خطا کار ہے گنہگار ہے اُس کا معاملہ رب کے ساتھ ہے اُسے کی مہمان نوازی بھی ہوتی ہے اور مہبط الٰہی مہبط انوارات الٰہی اور مہبط تجلیات باری بیت اللہ شریف تک جانے سے روکتا بھی نہیں ہے۔ آگے معاملہ کیا ہے یہ اُس کا اور اُس کے رب کا معاملہ ہے۔

گویا چار گواہیاں دیں التین کی گواہی جو تمام خرابیوں کا علاج ہے زیتون کی گواہی جس میں جو خرابی کا علاج بھی ہے اور قوت کا سبب بھی ہے طور سینا کی گواہی جو وصال الٰہی کا چشم دید گواہ ہے شہر امین کی گواہی جہاں سے کسی کو رد نہیں کیا جاتا۔ فرمایا یہ چاروں چیزیں اس بات پر گواہ ہیں لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم۔ کہ میں نے انسان کو بنانے میں کمال کر دیا انسان کی تخلیق میں میں نے وہ چیزیں رکھ دیں جو کسی کی نہ ابھی تک سمجھ میں آئی ہیں نہ قیامت تک آئیں گی۔ کتنے تجزیے ہوئے بدن انسانی او ر اجزائے انسانی کے لیکن خصوصیات اجزائے بدن کبھی سائنس یہ دعویٰ نہیں کر سکتی کہ میں نے سارے پالئے۔ نہ کر سکے گی۔ ایک دماغ کو لیجئے۔ کیسا عجیب کمپیوٹر ہے آج کمپیوٹر کا دور آ گیا ہے کمپیوٹر میں لاکھوں

آج کل اول تو تقریریں ہوتی نہیں، ہوتی ہیں تو لڑائی بھڑانی کے لئے ہوتی ہیں اس کا گلا کاٹ دو، اس کو مار دو، یہ مار دھاڑ کی فلمیں چلانا اسلام نہیں ہے۔

کی فائلیں اور معلومات جو ہیں ہم ایک کلک کے ساتھ سیف Safe کر لیتے ہیں پھر کھولتے ہیں اُسے جو فائل چاہیے۔ فٹافٹ سامنے لے آتے ہیں۔ انسانی کمپیوٹر کو لے لیں

میں ابھی ان حضرات کو دفتر میں بیٹھا 1945ء کا واقعہ سُنا رہا تھا کسی بات پہ بات چلی تو وہ واقعہ اُس سے متعلقہ مجھے یاد آ گیا اللہ نے دماغ کا ایسا کمپیوٹر دیا ہے کہ کہاں 1945ء اور کہاں 2003ء اٹھاون برس گزر گئے لیکن بغیر توقف کے وہ فائل کھول کر تصویر سامنے کر دیتا ہے اور آدمی بتاتا جاتا ہے کہ یوں ہوا، یوں ہوا، یوں ہوا۔ انسان کے بنائے ہوئے کمپیوٹر میں کبھی خرابی آتی ہے کبھی وہ کھلتا نہیں ہے کبھی جام ہو جاتا ہے کبھی اطلاع گم ہو جاتی ہے۔ ایک آدمی بیس برس پہلے ملا تھا اچانک بازار میں نظر آتا ہے فوراً دماغ فائل کھول کے تصویر سامنے کر دیتا ہے اور فلاں جگہ اس سے آپ کی ملاقات ہوئی تھی۔ یعنی ایک ایک شعبہ دماغ کا ادنیٰ سا ہے۔ بدن کی ضروریات بنتی ہیں۔ عجیب سی ایک بیماری پیدا ہو جاتی ہے پہلے اُس کی سمجھ ہی نہیں ہوتی۔ یہ اُس کی کُرید میں لگ جاتا ہے دماغ۔ اُس کے عوامل تلاش کرتا ہے اسباب تلاش کرتا ہے اُس کا تدارک تلاش کرتا ہے اور ایک دوا بنا دیتا ہے۔

اس طرح جلد انسانی سے لیکر اب سب سے گھٹیا جلد اور سب سے ثقیل اور موٹی جلد پاؤں کی ہے۔ ذرہ سا کنکر پاؤں کے نیچے آتا ہے فوراً اطلاع دماغ میں جاتی ہے دماغ انیلیسز کر کے بتا دیتا ہے کہ نیچے کنکر ہے حالانکہ پاؤں کی جلد کتنی موٹی اور بے حسی ہوتی ہے لیکن جو اس کے ذمے کام ہے وہ کرتا ہے آنکھ میں آئینے اور کیمرے نصب ہیں عجیب بات ہے آپ پلک اس طرح کھولتے ہیں تو دُور آسمان تک جانے میں کوئی وقت نہیں لیتی ستارہ دیکھنے میں کوئی وقت نہیں لیتی، سورج چاند کو دیکھنے میں۔ یہ تو مدت چاہیے سینکڑوں نوری سالوں کا فاصلہ بتاتا ہے سائنس دان ہزاروں لاکھوں نوری سالوں کا فاصلہ لیکن یہ تو ایک پلک اٹھانے کی دیر ہے۔ یہ کیا کیا بھر دیا انسان میں اُس نے

اُس قادرِ مطلق نے ۔ بات کرتا ہے تو دل کو لبھا لیتا ہے دیکھتا ہے تو گھائل کر دیتا ہے لیکن اگر انسان ہو تو لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم o انسان کو بنانے میں تو میں نے کوئی کمی نہیں چھوڑی دل کو موہ لینے والی مورت بنائی ہے ۔ ہاں اسے ایک اختیار دیا ہے اور صرف یہی انسان کے پاس اختیار ہے ۔ پیدا اُس کی مرضی سے ہوتا ہے، شکل وہ اپنی مرضی سے دیتا ہے، رنگ وہ اپنی مرضی سے دیتا ہے، قد کاٹھ اپنی مرضی سے دیتا ہے، عمر اپنی مرضی سے دیتا ہے، سوچ اور فکر کی استعداد اپنی مرضی سے دیتا ہے، جسمانی طاقت اپنی مرضی سے دیتا ہے، نگاہ اپنی مرضی سے دیتا ہے، بولنے کی قوت اپنی مرضی سے دیتا ہے، ایک ماں کے پیٹ سے دو بچے پیدا ہوتے ہیں ایک نہیں بول سکتا ایک دنیا بھر میں سب سے بڑا مقرر ہے ایک باپ کے ہیں ایک ماں کے ہیں وہ پنجابی کی ایک کہاوت ہے کہ

اک ماں دے ست بیٹے تے بخت نہ دیوے ونڈ
اک چڑھدے نیں گھوڑیاں اک ٹکڑے کھاندے منگ

بادشاہ کے گھر میں دو بیٹے پیدا ہوتے ہیں ایک سلطان بنتا ہے اور ایک مارا جاتا ہے جیل میں قید ہو جاتا ہے اُس ماں کا بیٹا اُسی باپ کا بیٹا ۔ تاریخ انسانی پڑھ کے دیکھو ۔ اس لئے کہ یہ ماں کے ہاتھ میں ہے نہ باپ کے ہاتھ میں ہے نہ پیدا ہونے والے کی پسند و ناپسند پر ہے سب وہ اپنی مرضی سے کرتا ہے جب چاہے صحت بخشی اور جب چاہے بیمار کر دے ۔ زندگی دے دے اُس کی مرضی موت دے دے اُس کی مرضی، بندہ نہ مرضی سے بیمار ہو سکتا ہے نہ مرضی سے صحت یاب ہو سکتا ہے ۔ نہ مرضی سے جی سکتا ہے نہ مرضی سے مر سکتا ہے تو پھر اُس کے اختیار میں کیا ہے؟ ۔ یہ جو شرف انسانی اُسے بخشا ہے اسے قائم رکھنا چاہتا ہے یا نہیں ۔ نہیں رکھنا چاہتا تو نہ سہی بس ۔ اور اس میں بھی انسان نے صرف فیصلہ کرنا ہے انسان

تمھاری زبان جھوٹی باتیں کرتی رھے، دنیا میں فساد روکنے کی بجائے فساد برپا کرتے رھو اور مجھے کھو ھم ایمان لانے یہ ٹھگی یھاں نھیں چلتی۔

نے اپنے دل کی گہرائی سے طے کرنا ہے کہ مجھے انسان رہنا ہے یا مجھے انسانیت کی ضرورت نہیں، مجھے محض پیٹ بھرنا ہے یا زندہ رہنا ہے اور موج اڑانی ہے ۔ فرماتا ہے کوئی بات نہیں لیکن میں حساب ضرور لوں گا کہ میں نے تجھے بنایا کیا تھا اور تو میرے پاس بن کر آیا کیا ہے؟ یہ میں ضرور کروں گا یہ بھی ضرور کروں گا کہ جس نے انسانیت اور اپنی اساس کو قائم رکھا اُسے مزید انعامات سے نوازوں گا اور انعام اپنی شان کے لائق دوں گا ۔ تم سوچ بھی نہیں سکتے کہ میں کیا انعامات دوں گا ۔ تمہارا علم مخلوق، تمہاری فکر مخلوق ۔ مخلوق محدود ہوتی ہے میں خالق لامحدود، حدود سے بالاتر ہوں ۔ میرے انعامات میرے انعامات ہیں تمہاری سوچ میں مقید نہیں ہو سکتے اور میری سزائیں بھی میری سزائیں ہوں گی تم دنیا میں سوچ بھی نہیں سکتے کہ سزا کیا ہے؟ اُس کی کیفیت کیا ہے؟ کیوں دوں گا میں نے تجھے خصوصیات بخشیں ۔ جسطرح انجیر بدن میں جائے تو مرض کی دوا بن جاتا ہے ۔ انسان زمین پر آئے تو ہر بُرائی کا علاج بن جائے ۔ جس طرح زیتون قوت بن جاتا ہے انسان زمین پر آئے تو انسانیت کے لئے ایک طاقت بن جائے قوت بن جائے طور سینا جس طرح بھسم ہوا تھا اس طرح اپنے سینے کو تجلیات الٰہی سے جلا ڈالے چٹانوں کو اڑا دو جو دلوں میں پھنسی ہوئی ہیں پتھروں کو سرمہ کر دے جو دل پر بیٹھے ہیں اور اس شہر امین کی طرح پناہ گاہ بن جائے مفلسوں کی، غریبوں کی، گناہگاروں کی، بدکاروں کی، جو بھی اُس کے پاس آئے اس سے نفرت نہ کرے خوش دامنی سے اپنی خوش طبعی سے اُسے اپنے دامن میں پناہ دے اور کوشش کرے اُسے صحیح راستے پر لگائے اگر زندگی یہ رہی تو یہ انسانیت ہے اور تم نے انسانیت کا تحفظ کیا ۔ اور اگر اسے کھو دیا تو فرمایا یہ یاد رکھو! جو جتنی بلندی پہ ہوتا ہے جب گرتا ہے تو چوٹ بھی اتنی سخت ہوتی ہے ۔ ایک سات منزلی سے گرتا ہے ایک سو منزل سے گرتا ہے اور ایک ہوائی جہاز سے گرتا ہے جو جہاں سے گرتا ہے چوٹ اُس طرح کی لگتی ہے ۔ انسانیت سے جو گرے گا

فرمایا

ثم رددنٰہ اسفل سافلین ○ جو گرے گا پھر وہ گرتا ہی چلا جائے گا۔حتیٰ کہ بدترین مخلوق کتے اور خنزیر سے بھی نیچے چلا جائے گا۔ خنزیر حرام کھاتا ہے انسان جب گرتا ہے سود کھاتا ہے،شراب پیتا ہے،غلاظت کھاتا ہے،غلاظت پیتا ہے،خنزیر بے حیا ہے انسان جب گرتا ہے تو بے حیائی میں خنزیر سے بڑھ جاتا ہے آخرت کی بات تو اللہ کے نزدیک ہے جو یہاں ہو رہا ہے وہ تو کھلی آنکھوں سے دیکھا جا سکتا ہے کہ جو معاشرہ، جو انسان، جو قومیں، انسانیت سے گریں اُن کا حال دیکھ لو غیر مسلم اقوام جسے تہذیب کہتی ہیں اُسے دیکھو کیا ہے سوائے غلاظت کے اُس پہ تو خنزیر بھی شرم کھاتا ہے۔

ثم رددنہ اسفل سفلین ○ اتنا پھر نیچے گرتا ہے کہ دھنستا چلا جاتا ہے اور ذلیل سے ذلیل مخلوق اُوپر رہ جاتی ہے وہ اُس سے نیچے چلا جاتا ہے۔ بندہ ہے خدایا کسی وقت بھی گر سکتا ہے کوئی تو سہارا بھی دیا ہوتا وہ بہت خوب شعر کسی نے کہتا تھا۔

درمیان قعر دریا تختہ بندم کردہ ای
بازمی گوئی کہ دامن ترمکن ہشیار باش

کہ عین سمندر کے تلاطم میں ایک تختے پر میرے ہاتھ پاؤں باندھ کر مجھے ڈال دیا اور اب فرماتا ہے کہ خبردار دامن بھیگنے مت دینا تو میرے بس میں کیا ہے؟ میں کر کیا سکتا ہوں؟ جب سب کچھ تیرے پاس ہے حرکت وسکون تیرے قبضہ قدرت میں ہے۔نگاہ وخیال تیرے قبضہ قدرت میں ہے تو پھر ہم کر کیا سکتے ہیں؟ گرا دے گا گر جائیں گے کھڑے تو کھڑے رہیں گے فرمایا نہیں ایسی بات نہیں۔

الا الذین امنوا جو مجھے مانیں گے وہ نہیں گریں گے جو خود خُدا بن جائیں گے وہ گر جائیں گے اور ہر بندہ خدائی کا دعوے دار بن جاتا ہے ہر وہ بندہ جو عظمت الٰہی سے بھٹکتا ہے

اللہ کا نام خالی نہیں جاتا۔ ہر ضرب کا ایک اثر مرتب ہوتا ہے کند ذہن ہو بندہ تو اسے سمجھ بعد میں آتی ہے اور اللہ شعور دے تو پہلی ضرب بھی اپنی لذت محسوس کراتی ہے۔

یہ شان اُسی کا ہے کہ وہ زندگی دیتا ہے یہ شان اُس کو سزاوار ہے کہ وہ موت دیتا ہے یہ شان اُس کو سزاوار ہے کہ رزق دیتا ہے یہ شان اُس کو سزاوار ہے کہ صحت دیتا ہے۔۔جب بندہ اُس کی ذات سے ہٹتا ہے، تو کہتا ہے کہ اُس کو تو روزی میں دے رہا ہوں کیا یہ خُدائی دعویٰ نہیں ہے طبیب بیمار کا علاج کرتا ہے کہتا ہے اسے میں نے بچالیا ورنہ یہ تو مر چکا ہوتا۔

ہمارے ایک دوست ہوتے تھے سیالکوٹ کے ڈاکٹر صاحب تھے حادثے میں شہید ہو گئے۔ بہت اللہ کا بندہ تھا وہ پچھلے پہر چند گھنٹے اپنا مطب کرتے تھے۔ وہ اگر کسی کی دوائی کا نسخہ لکھ رہے ہیں اسی دوران اذان کی آواز کان میں پڑ گئی تو خواہ ایک دوائی لکھی بھی رہتی ہوتی تو وہ قلم اور کاغذ میز پر رکھ دیتے اور مسجد کی طرف چل پڑتے مریض کہتا حضرت مجھے تو فارغ کرتے وہ کہتے کہ اللہ کا قاصد بلائے اور میں پرچی لکھتا رہوں تو مجھے چھڑائے گا کون؟ اب یہ نماز کے بعد مکمل ہوگی۔

ایک دن میں وہیں تھا سیالکوٹ میں سحری کا ذکر میرے ساتھ کیا۔ چلے گئے فجر پڑھ کے، میں تھوڑی دیر لیٹا میری عادت ہے تو ڈاکٹر صاحب آ گئے اٹھا دیا میں نے کہا کیا بات ہے؟ کہنے لگا میں پریشان ہو گیا۔ ہوں مجھے یہ سمجھ نہیں آتی اللہ ہر جگہ موجود ہے، ہر وقت موجود ہے، ہر آن موجود ہے، پھر ہم اُسے تلاش کیوں کر رہے ہیں؟ اور ہمارے اور اللہ کے درمیان کون سی دیواریں کون سے جنگل، کون سے صحرا، حائل ہیں جنہیں ہمیں پاٹنا ہے میں نے کہا ڈاکٹر صاحب ہم خود حائل ہیں اپنے اور اللہ کے درمیان اور کوئی نہیں نہ کوئی صحرا ہے نہ کوئی دریا نہ کوئی پہاڑ رکاوٹ ہے اور نہ کوئی اور چیز رکاوٹ ہم خود ہیں جب ہم میں ''میں'' آجاتی ہے تو اللہ یاد نہیں رہتا ہم ہر چیز میں اپنے آپ کو آگے لکھتے ہیں کہ میں نے یہ کیا میں یہ کر چکا ہوں میں یہ چاہتا ہوں۔ میں نے کہا 'اس ''میں'' کو ہٹا دو باقی ڈاکٹر صاحب کیا بچے گا۔ کہنے لگے سمجھ آ گئی بات پلے پڑ گئی لیکن یہ میں نکلے کیسے؟ میں نے کہا اسے ہم اپنے ساتھ لے کر پیدا ہوئے۔ آگ، مٹی، پانی، ہوا جب ملتے

ہیں تو ساتھ نفس بنتا ہے یہ نفس سارا ''میں'' ہے۔ اب اس ''میں'' کو ہم نے اتنی اللہ اللہ کرائی ہے کہ اسے اپنی ہوش نہ رہے یہ اللہ اللہ ہی کرتا رہے ایک ہی علاج ہے۔

واذکر اسم ربک وتبتل الیہ تبتیلاO اللہ کا نام لے اور ایسے لے کہ کائنات سے تجھے انقطاع حاصل ہو جائے وتبتل۔ ایسا انقطاع جیسا حق ہے منقطع ہونے کا۔ تبتل الیہ۔ تبتل ہوتا ہے کلی طور پر الگ ہو جانا اتنی اللہ اللہ کر کہ صرف اللہ ذہن میں رہ جائے نہ وجود کی خبر ہو، نہ زمین کی، نہ آسمان کی، نہ گرمی کی، نہ سردی کی، نہ عزت کی، نہ آبرو کی، نہ مال کی، نہ جان کی پھر جہاں اللہ بتائے کام کر وہیں عزت بھی ہے وہیں عظمت بھی ہے۔ جہاں سے روک دے وہاں رُک جائے ساری دنیا کہتی رہے ذلیل ہے لیکن تو معزز ہے کہ اللہ کے حکم کی تعمیل کر رہا ہے۔

العزۃ للہ ولرسولہ وللمومنینO

عزت اللہ کا حق ہے اللہ کے رسول ﷺ کو سزاوار ہے۔ ہم سمجھتے ہیں اقتدار میں عزت ہے جو لوگ دروازے پہ کھڑے جان کی حفاظت کے لئے پہرہ دے رہے ہوتے ہیں دل میں وہ بھی گالیاں دے رہے ہوتے ہیں کہ یہ بدمعاش تو مزے کر رہا ہے اور میں مصیبت میں مبتلا ہوں۔ عزت کوئی نہیں کرتا۔ غلامی کر لیتے ہیں عزت اللہ کے بندوں کو ہی نصیب ہوتی ہے کہ جہاں لوگ کھڑا ہونا اپنا شرف اور سعادت سمجھتے ہیں۔ جنہیں پہرہ داری کا شرف نصیب ہوا بارگاہ رسالت ﷺ میں لوگ اُن پر ابھی تک رشک کرتے ہیں اور حرس استوانہ وہ ستون جہاں پہرے دار ہوتے تھے جس پر ابھی اُس کا نام لکھا ہے کہ یہ وہ مبارک جگہ ہے جہاں نبی کریم ﷺ نے......

وہاں غلامی نہیں ہوتی وہ جان نثاری ہوتی ہے اُسے اپنی عزت اور اعزاز سمجھتے ہیں۔ حملہ حیدری میں علامہ باذل ایرانی شیعہ عالم ہوا ہے

دامان رسالت ﷺ سے اس طرح وابستہ ہو جا اور اپنے دل کو اپنے سینے کو میرے نام سے اس طرح گرما کہ تیرے انگ انگ میں میرا نام رقم ہو جائے۔

اُس نے ایک تاریخ اسلام لکھی ہے حملہ حیدری اور اُس کی اصل کتاب نایاب ہے ہماری لائبریری میں الحمدللہ موجود ہے چونکہ بعد کی جلدوں میں بہت سے شعر ہی بدل دیے گئے ہیں تو اُس میں وہ واقعہ بیان کرتا ہے کہ جب حضور ﷺ حدیبیہ میں جلوہ افروز تھے تو مکے والوں نے ایک وفد بھیجا اس لئے کہ بات بھی کرو اور پتہ کر کے آؤ کہ یہ تھوڑے سے بندے ہیں اور اتنے بڑے شہر کو روکا۔ ہماری اتنی بڑی قوم پورے عرب کے قبائل ایک طرف ہیں یہ کس برتے پہ ضد لڑائے بیٹھے ہیں کہ ہم آئیں گے اور ہم حملہ کریں گے یہ ان کے پاس کیا ہے؟ وہ کونسا ان کے پاس ہتھیار ہے بلا اور طاقت ہے جس پہ یہ بیٹھے ہیں آخر کوئی وجہ ہے نہیں تو انہیں تو بھاگ جانا چاہیے۔ مختلف ماؤں کے بیٹے، مختلف قبیلوں کے لوگ جو ایک خاندان نہیں ہیں ایک دوسرے پر جان دے رہے ہیں تو اُس نے آکر بتایا کہ میں بڑے بڑے سلاطین کے درباروں میں گیا ہوں کسی بادشاہ کے پاس میں نے ایسے جاں نثار نہیں دیکھے۔

میں نے اُن لوگوں کو دیکھا ہے۔

محمد چوں انداز آب دہن
براں آب خون ے کند انجمن

حضور ﷺ جب لب مبارک پھینکتے ہیں تو ایسے پتہ چلتا ہے کہ لڑائی ہو جائے گی کوئی نہ کوئی اُسے اپنے ہاتھ پہ لے لیتا ہے زمین پہ نہیں جانے دیتے۔

گیرند مارند برچشم رو

اور جس کے ہاتھ پہ پڑتی ہے دونوں ہاتھوں پہ مل کر چہرے پہ ملتا ہے ہاتھوں پہ ملتا ہے۔

وزاں آب تازہ کند ابرو۔۔۔ وہ سمجھتا ہے کہ میرے جیسا جہان میں اب کوئی دوسرا معزز نہیں رہا۔

تم کس سے لڑنے کی بات کرتے ہو؟ کس کے بھاگنے کی بات کرتے ہو؟ وہ تو حضور ﷺ وضو فرماتے ہیں پاؤں مبارک دھوتے

ہیں قطرہ نیچے نہیں جاتا اور جسے قطرہ پینے کو مل جائے وہ اپنے لئے سعادت ابدی خیال کرتا ہے تم کس سے لڑو گے کس کو مارو گے تمہیں سارے کے سارے قتل کرنا ہوں گے اور یاد رکھو چودہ سو بندے قتل کرنے کے لئے شاید تمہیں اٹھائیس سو بندے قتل کروانے پڑیں چونکہ وہ ہاتھ باندھ کر نہیں مریں گے لڑکر شہید ہوں گے کوئی سمجھوتے کا راستہ نکالو۔ تو شرف آدمیت بن جاتا ہے جب اطاعت الٰہی اور اطاعت رسول ﷺ نصیب ہو جائے تو یہ غلامی جو ہے یہ شاہی سے بڑھ کر بندے کو عزیز ہو جاتی ہے۔

یہاں ہمارے ایک مولوی ہوا کرتے تھے ایک زمانے میں مولوی قطبی ہوتے تھے اُس زمانے میں تقریریں کرواتے تھے علماً آتے تھے اور تقریریں مزے کی ہوتی تھیں فضائل اور اعمال کی طرف بلایا جاتا تھا اب آج کل اول تو تقریریں ہوتی نہیں، ہوتی ہیں تو لڑائی بھڑائی کے لئے ہوتی ہیں اس کا گلا کاٹ دو اس کو مار دو۔ یہ مار دھاڑ کی فلمیں چلانا اسلام نہیں ہے۔ اسلام محبت، امن، آرام، سکھاتا ہے اسلام لڑتا ہے بیماری کے ساتھ بیمار کے ساتھ نہیں۔ اب آپ التین کھاتے ہیں تو آپ کے ساتھ تو نہیں لڑتی وہ جو آپ کے وجود میں بیماری ہے اُس کے ساتھ لڑتی ہے اسی طرح اسلام بنی آدم علیہ السلام سے نہیں لڑتا بنی آدم علیہ السلام میں جو بیماریاں آجاتی ہیں ظلم ہونا ہے اُس سے لڑتا ہے۔ ظالم کافر ظلم سے، کفر سے باز آجائے تو اسلام لڑنے کی اجازت تو نہیں دیتا۔

تو وہ مولوی قطبی اپنے جلسے کی ابتدا میں بڑا مزے کی تقریر کرتا تھا۔ سٹیج بنواتا تھا اس طرح چوری اور اُس میں ٹہل ٹہل کے کھونڈا سا لیا ہوتا تھا موٹا سا اور ٹہل ٹہل کے گرد اگرد مخلوق ہوتی تھی درمیان میں سٹیج ہوتا تھا اُس پہ گھومتے رہتے تھے تقریر کرتے رہتے تھے اور تقریر کی ابتدا کرتے تھے پنجابی کے اس شعر سے۔

یاد رکھو! جو جتنی بلندی پہ ہوتا ہے جب گرتا ہے تو چوٹ بھی اتنی ہی سخت ہوتی ہے۔ انسانیت سے جو گرے گا پھر وہ گرتا ہی چلا جائے گا۔

نِکل نِکل جاواں گھول گھماواں میں مدین دے ماہی توں
اُس دے دردی بھیک چنگیری کل دنیا دی شاہی توں

یہ ہمیشہ ابتدائیہ ہوتا تھا اس کے بعد خطبہ پڑھتے اور پھر تقریر کرتے۔ تو اس غلامی میں وہ مزا ہے جو جہاں بھر کی حکمرانی میں نہیں اور سلاطین عالم ترستے رہے اس بارگاہ کے نعلین مبارک کو چھونے کے لئے۔

تو حضرات گرامی! انسان کو اپنی اصل پہ متوجہ فرمایا الٰہ العلمین نے، کہ میں نے تجھے اسباب عالم میں التین کی خصوصیات، الزیتون کی قوت، طور سینا کا وصال اور مکہ مکرمہ شہر امین کی کشادگی اور ہر آنے والے کے لئے پناہ بنا کر بھیجا اس لئے تو سب سے اچھا ہے سب سے بہترین مخلوق ہے انسان اشرف المخلوقات کیوں ہے؟ اُس میں یہ خصوصیات ہیں اب تیرے ذمے یہ ہے کہ اس دار فانی کی ہاؤ ہو میں تو انسانیت کو قائم رکھ اور اگر اس سے گرے گا تو اتنا نیچے جائے گا اتنا نیچے جائے گا کہ چکنا چور ہو جائے گا اور گرنے سے بچنے کا ایک ہی طریقہ ہے میرے دامان رحمت کو تھام لے اور چھوڑنے کا سوچنا بھی نہیں۔

الا الذین امنو وعملو الصلحت. فرمایا مجھ سے زبانی باتیں کرکے گزارا نہ چلاؤ ایمان اُس کا نام ہوگا جو عمل ایمان کے مطابق کرے گا۔

ایک بندہ کہتا ہے میں نے آپ کو کھانا کھلا دیا اور مہمان کو کھانا دیتا ہی نہیں اور کہتا ہے آپ کے لئے بڑا کھانا میں نے بنایا ہے تو مہمان قبول کر لے گا کہ تو نے مجھے کھانا کھلایا بھئی کھلایا تو ہے نہیں باتوں سے پیٹ بھرتا ہے زبانی کہتے رہو اللہ تو واحد ہے، لاشریک ہے، میں تجھے مانتا ہوں لیکن تمہاری پیشانیاں میرے سجدوں سے محروم رہیں تمہارا بدن حرام غذا پہ پلتا رہے تمہاری زبان جھوٹی باتیں کرتی رہے دنیا میں فساد روکنے کی بجائے فساد برپا کرتے رہو اور مجھے کہو ہم ایمان لائے یہ ٹھگی یہاں نہیں چلتی۔

امنو وعملو الصلحت. ایمان پر قائم رہا

اور اپنا کردار صاف ستھرا رکھا فلھم اجر غیر ممنون. اب اُن کو کیا ملے گا؟ اُس کی حدود متعین نہیں کی جاسکتیں بے حد و بے شمار' کیا دوں گا بے حد و بے شمار۔ اب فرمایا تو کیسا عجیب ہے؟ یہ جو کچھ میں نے کہا جو کچھ یہ یاد دلایا اس سارے کو سامنے رکھ کر اور میری عظمت کو دیکھ ۔روئے زمین، اس کائنات اور اس مخلوق کو دیکھ کیا میری حاکمیت کو کوئی چیز چیلنج کر سکتی ہے؟

الیس اللہ باحکم الحکمین. تجھے عقل دی، شعور دیا، نظر دی، فکر دی، تو اپنے تجربے سے ثابت تو کر ایک خطہ زمین ہے ایک طرح کا بادل برستا ہے ایک رنگ کا پانی ہے لاکھوں تنکے برآمد ہوتے ہیں ہر تنکا گل بکف ہے ہر پھول کا رنگ جدا، بُو جدا، تاثیر جدا، کون ہے جو یہ سب کچھ کر رہا ہے؟ ہے کوئی جو اُسے روکے۔ مخلوق کتنی ترقی کر جائے کتنی چیزیں بنائے دنیا کی کوئی مشین اُس خصوصیت کا گھاس کا ایک تنکا نہیں بنا سکتی جو زمین سے پیدا ہوتا ہے۔ خالق کی صنعت اور مخلوق کی صنعت میں حدِ فاصل موجود ہے۔ ہمارے دانت نکل جاتے ہیں بڑے خوبصورت دانت لگواتے ہیں میں نے بہت سارے لگوائے ہیں۔ لیکن بندے کو پتہ باہر والے کو نہ چلے مجھے پتہ چلتا ہے کہ جو قدرتی ہیں اُن میں حس بھی ہے دوسروں کو تو اچھا لگتا ہے۔ جو قدرت کے دانت ہیں جو دو چار بچے ہوئے ہیں اُن میں حسِ موجود ہے اُن کے نیچے غذا آتی ہے تو وہ خود بھی محسوس کرتے ہیں اور دوسرے چکی کے پاٹ ہیں اُسے پیتے رہتے ہیں۔ اُنہیں کوئی پتہ نہیں مرچ پیس رہے ہیں یا شہید کھا رہے ہیں حس نہیں ہوتی۔ خالق کی صنعت میاں محمد صاحب نے فرمایا۔

جے اک پھمر دا پر بجھے تے سارا ہی عالم لگے
فیر نہیں اوہ ثابت ہوندا جیوئکر آگے

اُن خصوصیات کا حامل پھمر کا پر بھی آپ اُس پھمر کو بنا کر نہیں دے سکتے یہ اُسی کا کام ہے۔ تو جب عظمت الٰہی تیرے سامنے ہے تو

حضور ﷺ جب وضو فرماتے ہیں تو کوئی قطرہ پانی نیچے نہیں گرتا بلکہ صحابہ اکرام اس قطرے کو اپنے لئے ابدی سعادت خیال کرتے۔

بہتر راستہ یہی نہیں ہے کہ تو اپنی اس عظمت انسانیت کو سلامت رکھ۔ دامانِ رسالت ﷺ سے وابستہ ہو جا اپنے دل کو، اپنے سینے کو، میرے نام سے اس طرح گرما کہ تیرے انگ انگ میں میرا نام رقم ہو جائے، بال بال سے اللہ کی صدا آئے، خون کے قطرے قطرے سے اللہ ہو نکلے ہڈی جوڑ ریشے پٹھے سے اللہ اللہ کی صدا آئے۔

کیا کیا تھا محمد رسول اللہ ﷺ نے کوئی بندے درآمد کئے تھے؟ عرب میں تو سارے وحشی ظالم، مشرک اور بدکار لوگ ہیں۔ ڈاکو ہیں چور ہیں، شرابی ہیں، ہر طرح کی برائی میں ملوث ہیں تو کہیں سے اچھے لوگ درآمد کئے جائیں۔ تو پھر اُن صحرائیوں سے کیسے کیسے لوگ نکلے۔ ابوبکرؓ کو صدیق کس نے بنا دیا۔ ابن خطابؓ کو فاروق کس نے بنا دیا عثمان غنیؓ علی المرتضٰیؓ خالد سیف اللہ۔ ابو عبیدہ ابن جراحؓ کس کس کو گنواؤ گے۔

ہر گل را رنگ و بوئے دیگر است

ہوا کیا تھا انہیں؟ نبی کریم ﷺ نے کیا کیا تھا اعجاز مصطفوی ﷺ تھا کیا؟ قرآن بتاتا ہے

ثم تلین جلودھم وقلوبھم الیٰ ذکر اللہ. نگاہ مصطفوی ﷺ نے اُن کے جسم کے ذرے ذرے کو ہر ایٹم کو' کھال سے نہاں خانہ دل تک ہر ذرہ بدن کو اللہ ہو اللہ ہو سکھا دیا۔ ثم تلین جلودھم وقلوبھم. پھر رنگے گئے اُن کی کھال سے لیکر دل تک۔ الیٰ ذکر اللہ . یاد الٰہی میں۔ ہر بال اللہ اللہ کرتا تھا ہر ذرہ کھال کا ہر رگ، ہر ریشہ، ہر پٹھہ ہر ہڈی' لوٹ کر کھانے والے لٹانے والے بن گئے۔ اور دنیا میں ظلم کرنے والوں نے روئے زمین کو عدل سے بھر دیا۔ جنہیں لوگ جاہل سمجھتے تھے۔ روئے زمین پر پوری دنیا کے علم کے استاد۔ جنہیں خانہ بدوش کہتے تھے وہ اس دنیا کے بڑے سلطان کہلائے۔

جہانگیر و جہاں دار و جہاں بان و جہاں آرا

جہاں کو سنوار دیا انہوں نے' جہاں کو بسایا بھی انہوں نے، جہان کو فتح بھی کیا اور جہان کو امن اور سکون اور انصاف بھی انہوں نے دیا۔

کیوں؟ نگاہ مصطفوی ﷺ نے اللہ بھر دیا تھا اُن کے وجود میں۔

میرے بھائی ہر دوا کو دیکھنا چاہئے کہ دوا تو کھا رہا ہوں اصلاح بھی ہوئی ہے کہ نہیں اللہ نے توفیق بخشی ہے اس گئے گزرے زمانے میں ہمیں حضرتؒ جیسا عظیم شیخ عطا فرمایا اور یہ اُس کا احسان ہے۔ سعادت بخشی اُن سے برکات نبوی ﷺ کے حصول کے لئے جمع ہونے کی۔ اپنے ذکر کی۔ یہ دوا ہے ہر بندہ اپنے وجود پر اس کے اثرات دیکھے۔ اگر گناہ سے نفرت اور نیکی سے رغبت پیدا ہو رہی ہے تو سارے مقام ہیں اگر گناہ چھوٹ رہے ہیں اور نیکیوں کی توفیق ارزاں ہوگئی ہے تو کام ہو رہا ہے اور اگر یہ نہیں ہو رہا تو پھر سارے مراقبات وہم ہیں خیال ہیں جھوٹے ہیں۔ بیمار دوسرے کی نسبت خود اندازہ لگا سکتا ہے۔ ایک بندہ یہاں آتا ہے وہ سو گناہ روز کرتا تھا تو یہاں آکر جاتا ہے تو پھر نوے کرتا ہے ہم تو کہیں گے کہ ویسے کا ویسا ہے لیکن وہ خود تو جان سکتا ہے کہ میں سو سے نوے پر آگیا ہوں یہ بھی شفا ہے تو بخار ایک 103 کا تھا اب سو پر آگیا ہے۔ یہ بھی شفا ہے۔ ہے تو بیمار، ابھی بخار ہے لیکن وہ جو اس کا زور تھا ٹوٹ رہا ہے اللہ کرے گا کبھی ختم ہو جائے گا تو اللہ اللہ ہی وہ واحد دوا ہے، ذکر الٰہی وہ واحد دوا ہے جس پر سب سے زیادہ زور دیا ہے قرآن حکیم نے اس لئے کہ خصوصیات انسانی کو قائم رکھنے کے لئے یہ واحد علاج ہے۔

حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا دلوں کو زنگ لگ جاتے ہیں دنیوی آلات آفات واقعات حادثات دلوں کو بھٹکا دیتے ہیں فرمایا۔

لکل شی صقالۃ ہر میلا ہونے والی چیز کے لئے پالش ہوتی ہے اُس سے اُسے رگڑا جائے تو صاف ہو جاتی ہے۔

وجود سے لے کر اعضاء جوارح تک، حواس سے لیکر ارادے تک، دل سے لیکر دماغ تک، گھر بار سے لیکر مال تک، سب کچھ اللہ کی دی ہوئی نعمتیں ہیں۔

وصقالۃ القلوب ذکر اللہ۔

او کما قال رسول اللہ ﷺ۔ دلوں کی پالش اللہ کا ذکر ہے اسے رگڑ رگڑ کر صاف ہو جائے گا۔

مولانا اشرف علی تھانویؒ سے ایک شاگرد نے کہا کہ حضرت کتنے برس ہو گئے اللہ اللہ کرتے مجھے مراقبہ تو کوئی ہوا نہ کوئی ترقی ہوئی تو مجھ پر تو اثر نہیں ہو رہا انہوں نے فرمایا یہ سامنے پانی کا ٹینک ہے اس کے پاس جاؤ اس کی ٹوٹی کے نیچے دیکھ کر آؤ سیمنٹ کا فرش ہے اس میں کہیں گڑھا تو نہیں حضور وہاں تو اچھا بھلا دو تین انچ گڑھا ہے یہ گڑھا کیسے بن گیا۔ ٹوٹی سے پانی رستا رہتا ہے قطرہ قطرہ گرتا رہتا ہے تو اُس سے اُس میں کھڈ بن گیا فرمایا میرے دوست یہ جو آخری قطرہ تو نے دیکھا ہے نا گڑھا بنانے میں اس کا بھی اتنا ہی حصہ ہے جتنا پہلا قطرہ جب گرا تھا اُس کا حصہ تھا تجھے محسوس دیر بعد ہوا برسوں قطرے گرتے رہے تو نے سمجھا فرش ویسا ہی ہے کچھ نہیں ہوا تجھے تب نظر آیا جب واقعی فرش میں گڑھا پڑ گیا تب مادی آنکھوں نے بھی دیکھ لیا۔ فرمایا اللہ کا نام خالی نہیں جاتا۔ ہر ضرب کا ایک اثر مرتب ہوتا ہے کند ذہن ہو بندہ تو اُسے سمجھ بعد میں آتی ہے اور اللہ شعور دے تو پہلی ضرب بھی اپنی لذت محسوس کراتی ہے اللہ کریم جس نے ہم پر یہ احسان فرمایا ہے شرف انسانیت سے نوازا ہے اور سب سے بڑی حفاظت کا حصار محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی کی صورت میں عطا فرمایا ہماری خطاؤں گناہوں سے درگزر فرما کر ہمیں اس غلامی میں رہنے کی سعادت نصیب فرمائے اپنے لمحات کو، اپنی سانسوں کو، اپنے اوقات کو، یاد الٰہی سے تازہ رکھو اور کوشش کرو کہ اللہ کے بندوں کو گمراہی سے بچا سکو۔ یہ وہی کر سکے گا جو اپنے وجود کو تباہی سے بچا سکے۔ جو خود بھٹک جائے دوسروں کی رہنمائی کیا کر سکے گا؟ اور حق پر رہنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ یاد الٰہی کو کبھی نہ بھولو۔ پھر بعض بتقاضائے بشریت خطا ہو جاتی ہے اُس کی رحمت بہت وسیع ہے وہ معاف فرما دیتا ہے بشرطیکہ اُس کا دروازہ نہ چھوڑا جائے۔ آمین

ہوزری و شٹل لیس لومز کیلئے بہترین اور معیاری دھاگہ

اسلم برانڈ یارن

ASLAM BRAND YARN

16/PC
22/PC
24/PC
26/PC
30/PC

اسلم ٹیکسٹائل ملز

ہیڈ آفس
پل کوریاں سمندری روڈ فیصل آباد
667571
667572

من الظلمت الی النور

سلسلہ عالیہ میں شمولیت کے بعد یہ احساس شدت سے دل میں جاگزیں ہوا کہ جیسے کوئی خزانہ مل گیا ہو۔ حضرت جی مدظلہ عالی کی باتوں نے بہت حد تک ڈھڈیال کی فضا میں ارتعاش پیدا کئے رکھا کیونکہ اس سے پہلے جو بھی سیاسی یا مذہبی لیڈر آتا تھا۔ اس کے پاس سوائے ایک دوسرے کو بُرا بھلا کہنے کے اور کچھ نہ ہوتا تھا۔ حضرت جی نے تمام طبقہ فکر کے لوگوں کو ایک لڑی میں پرونے کی بات کی۔

خالد لطیف عباسی

☆☆ ڈھڈیال ☆☆

میں اپنے والدین کی اکلوتی اولاد تھا۔ مجھے والدین اور تمام رشتہ داروں کی طرف سے بہت لاڈ پیار ملا۔ گھر کا ماحول شروع سے ہی دینی تھا والدہ ہر وقت قرآن پاک کی تلاوت میں مصروف رہتی تھیں۔ جتنا قرآن انہیں زبانی یاد تھا وہ چکی پر آٹا پیستے ہوئے یا کام کرتے ہوئے پڑھتی رہتی تھیں۔ والد صاحب سکول میں ہیڈ ماسٹر تھے۔ پڑھا لکھا گھرانہ تھا۔

ایف۔اے کرنے کے بعد تجارت کو بطور پیشہ اپنایا ۲۵ سال کی عمر میں تبلیغی جماعت والوں سے سروکار ہوا۔ آہستہ آہستہ اس میں شمولیت بڑھتی گئی۔ سہ روزہ، دس روزہ اجتماعات میں شریک ہوتا۔ 1970ء کے الیکشن میں سیاسی طور پر شرکت کی اور پیپلز پارٹی کی اپنے گاؤں میں بنیاد رکھی۔ لیکن دو سال کے بعد ہی پارٹی قائد کا ایک انٹرویو پڑھ کر جو غیر ملکی نامہ نگاروں کو دیا گیا تھا جس میں یہ سوال کیا گیا تھا کہ آپ نے جو عوام سے روٹی۔ کپڑے اور مکان کا وعدہ کیا ہے کیا آپ اُسے پورا کر سکیں گے؟ تو مرحوم نے جواب میں کہا تھا (نعوذ باللہ) کہ اس قوم سے تو اللہ تعالی نے بھی یوم قیامت کا وعدہ کیا ہوا ہے۔ یہ قوم تو وعدوں کی قوم ہے۔ پڑھ کر سیاست سے نفرت ہوگئی۔ دینی سیاسی جماعتوں کے کردار سے بھی صحیح دلچسپی نہ رہی۔ جماعت کے ساتھ چلنے سے نماز روزہ کی عادت پڑگئی۔ لیکن برائیوں سے بھی اپنے آپ کو الگ نہ کر سکے۔ برائیاں بھی ساتھ ساتھ چلتی رہیں۔ حتیٰ کہ میں اپنے علاقہ کی جماعت کا امیر بھی رہا لیکن ظاہری کردار میں بہتری کے سوا باطنی طور پر کمزور ہی رہا اور تمام عیوب بھی موجود رہے۔ گناہوں کی دلدل میں بھی دھنستا رہا اور اس حد تک دھنس گیا کہ پریشانیوں میں گھر گیا۔ دل کا سکون ختم ہوگیا۔ اور ایک ٹھہراؤ کی کیفیت پیدا ہوگئی۔ پھر کسی نے مشورہ دیا تو قادری قلندری سلسلہ میں بیعت ہو گیا۔ دس سال تک بیعت رہا۔ سوائے تسبیحات پڑھنے کے اور کچھ نہ ملا۔ دس سال کی محنت مشقت کے بعد ایک روز پیر صاحب فرمانے لگے کہ تمہیں کوئی پریشانی ہو تو کچھ مجھے یاد کرلیا کرو۔ میرا خیال کیا کرو تمہاری پریشانیاں دور ہو جائیں گی۔ یہاں سے میرا ان سے اختلاف ہو گیا۔ کہ میں آپ کا خیال کیوں کروں؟ کیا آپ ﷺ نے اپنے صحابہ رضوان اللہ اجمعین کو کسی پریشانی میں اپنا تصور قائم کرنے کیلئے کہا ہے؟ اگر نہیں تو آپ کی کیا حیثیت ہے؟ سلسلہ کو چھوڑ دیا۔ ذہنی سکون ختم ہوگیا حضرت مولانا اللہ یار خانؒ اور مولانا عبدالستار تونسوی کے جلسوں میں شرکت کی وجہ سے دل میں یہ بات بیٹھی ہوئی تھی کہ مشرکانہ بات کو میرا دل کبھی قبول نہیں کرتا تھا۔ فرض نماز کے بعد میں اکثر یہ دعا ضرور کیا کرتا تھا۔ کہ اے اللہ مجھے ذکر کرنے والا شکر کرنے والا بنا، غافلوں سے بچا اور اپنے پیاروں کی صحبت نصیب فرما۔ والد صاحب کی وفات کے بعد چونکہ میں گھر کا اکیلا مرد تھا اسی لئے ذمہ داری میرے کندھوں پر آن پڑی۔

> **فرض نماز کے بعد میں اکثر یہ دعا ضرور کیا کرتا تھا۔ کہ اے اللہ مجھے ذکر کرنے والا شکر کرنے والا بنا، غافلوں سے بچا اور اپنے پیاروں کی صحبت نصیب فرما۔**

والد صاحب کی حیات تک میں تمام فکروں سے آزاد تھا۔ اب ہر قسم کی فکر اور پریشانی نے گھیر لیا۔ والد صاحب کیا فوت ہوئے کہ تمام برکات بھی اپنے ساتھ ہی لے گئے۔ والد صاحب اپنے ترکہ میں سوائے دینی کتابوں اور علم کے اور کچھ نہیں چھوڑا تھا۔ والد صاحب کی کتابوں کا مطالعہ کیا تو سوچنے پر مجبور ہوا کہ میں کس مقام پر کھڑا ہوں؟ کیونکہ بیشتر ازیں ملک بھر کے چھپنے والے ڈائجسٹ پندرہ روزہ رسالہ ماہانہ رسالے ہی میرے مطالعہ میں زیادہ رہتے تھے۔ حقیقی کتابیں کم وبیش ہی میرے مطالعہ میں آتی تھیں جب پریشانیوں نے مجھے گھیرا تو اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگنے لگا کہ اے اللہ! کوئی سبب پیدا فرما۔ میری ذہنی کوفت اور پریشانیوں کو دور فرما۔ اللہ تعالےٰ نے سن لی۔ میرے ایک کلاس فیلو جو دسویں جماعت تک میرے ساتھ پڑھتے تھے۔ پھر اس کے بعد وہ فوج میں چلے گئے بعد ازاں وہ بنگلہ دیش میں انڈیا کے ہاتھوں قیدی رہے۔ 1974ء میں وہ حضرت مولانا اللہ یار خان کے ہاتھ پر بیعت ہوئے۔ ابوظہبی میں بہت عرصہ مقیم رہے۔ فروری 1995ء میں والد صاحب کی وفات کے ایک ماہ بعد اچانک وہ تشریف لائے۔ اور اپنا تعارف کرایا اور پھر ذکر کا طریقہ بتلایا کہ ہم ذکر اللہ کرتے ہیں۔ انکی باتوں نے دل کو ایک ڈھارس سی دی۔ اُنکے کہنے پر چکوال حافظ غلام جیلانی صاحب (صاحب مجاز) کے ہاں جانے کو تیار ہوئے۔ وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ حافظ صاحب منارہ چلے گئے ہیں۔ میں نے ان سے کہا کہ چلو منارہ حضرت مدظلہ عالی کے پاس ہی چلتے ہیں۔ جمعہ کا روز تھا۔ جمعہ شروع ہونے سے کچھ دیر پہلے ہم منارہ پہنچے۔ حضرت جی کی تقریر سنی۔ فوراً بیعت کا شرف حاصل کیا۔ کسی نے دل میں کہا کہ تم اپنی منزل پر پہنچ گئے ہو۔ جس کی تمہیں تلاش تھی وہ مل گیا ہے۔ کیونکہ حضرت جی نے تقریر میں میرے ذہن میں پیدا ہونے تمام

جماعت کے ساتھ چلنے سے نماز' روزہ کی عادت پڑ گئی لیکن برائیوں سے بھی اپنے آپ کو الگ نہ کر سکے برائیاں بھی ساتھ ساتھ چلتی رہیں۔

سوالات اور اشکالات کا جواب دے دیا تھا۔ کہ میرا کام بندے اور خدا کے درمیان تعلق جوڑنا ہے۔ اسکے بعد اُسکے بعد اُس بندے کا کام ہے کہ وہ اپنے اللہ سے اپنے تعلق کو کتنا مضبوطی سے استوار کرتا ہے۔ اب تمہارا کام اللہ ہی سے مانگنا اور اُسی سے تعلق بڑھانا ہے اور ہمارے سلسلہ میں تصور شیخ کا کوئی تصور نہیں ہے۔ صرف اللہ تعالیٰ کو ہی خیالوں میں اور دل میں بسانا ہے۔ دارالعرفان میرا پہلی دفعہ آنے کا اتفاق ہوا تھا حالانکہ کاروباری سلسلہ میں تقریباً ہر ہفتہ کبھی کبھی تو روزانہ ہی سرگودھا جانا ہوتا تھا۔ لیکن اس طرف کبھی خیال ہی نہیں گیا۔ کہ یہ مولانا اللہ یار خاں" کا قائم کردہ ادارہ ہے اور نہ کسی نے اس طرف توجہ دلائی۔

سلسلہ عالیہ میں شمولیت کے بعد یہ احساس شدت سے دل میں جاگزیں ہوا کہ جیسے کوئی خزانہ مل گیا ہو۔ بہت سی کتابیں اور کیسٹیں لے گیا پڑھنے اور سننے کے بعد ایسا معلوم ہوا کہ اس سے پہلے نہ کبھی ایسی تحریر نظر سے گزری ہے اور نہ ہی کسی مقرر کی ایسی تقریر سنی ہے۔ سچ ہے جو بات دل سے نکلتی ہے وہ دل پر اثر رکھتی ہے۔ اپنی کمزوریوں کا احساس ہونا شروع ہو گیا۔ پہلے دوستوں کے ساتھ تمام تمام رات تاش کھیلتے رہتے تھے۔ VCR پر فلمیں دیکھتے تھے۔ حالانکہ داڑھی (خط میں رکھا ہوا تھا) لیکن انہیں گناہ شمار نہیں کرتے تھے۔ تبلیغ میں بھی چلتے رہتے تھے اور یہ چھوٹے موٹے گناہ جنہیں ہم گناہ تصور نہیں کرتے تھے۔ سلسلہ میں آنے کے بعد زندگی نے کروٹ لی تو دینی کتابیں اور حدیث کی کتابیں سیرۃ النبی' المرشد رسالہ اور دیگر مکتبہ دارالعرفان کی کتابیں پڑھنے کا شوق ہو گیا۔ اور خاص طور پر شیعہ حضرات کے متعلق کتابیں پڑھنے کے بعد' ایمان مزید مضبوط ہوا۔ اور شیعہ دوستوں سے مضبوط دلائل کے ساتھ بات کرتا اور انہیں اس بات کا قائل کرتا کہ ان کا مذہب بنیادی طور پر غلط عقائد پر مبنی ہے۔ سنتوں سے پیار بڑھنے لگا، داڑھی سنت کے مطابق ہوگی۔ لباس میں بھی سنت نبوی ﷺ کی

پسند کا خیال رکھنے لگا۔ اور ہمہ تن کوشش ہوتی۔ کہ اُن تمام سنتوں پر عمل کرنے کی کوشش کروں جو میرے علم میں آتی جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے توفیق دی آہستہ آہستہ سنتوں پر عمل بڑھتا چلا گیا تو کوشش کرتا کہ جو کچھ کہوں خود بھی عمل کرنے والا بنوں۔

نماز میں پابندی ہوئی۔ مطالعہ سے ذہن صاف ہوا۔ ذہن میں جو سوالات اُٹھتے تھے۔ دل سے اُنکے تسلی بخش جواب مل جاتے اور میں مطمئن ہو جاتا اور پھر وہی بات کسی رسالے اخبار' المرشد میں یا حضرت جی کے بیان میں سننے کو مل جاتی جس سے یقین میں اضافہ ہو جاتا۔ ہر ماہ ایک جمعہ ضرور دارالعرفان میں پڑھنے کی کوشش کرتا ہوں ہر ماہ دو جمعہ دارالعرفان مسجد چکوال میں حافظ صاحب کی معیت میں پڑھتا ہوں اور ان کے ساتھ جمعہ میں اور کافی وقت گزارنے میں یہ سب سلسلہ سے جڑنے کی برکات تھیں جو نصیب ہوئیں اور بھی بہت سے ایسے واقعات ہیں جن کی وجہ سے ایمان کو تقویت نصیب ہوئی۔ ایمان اور یقین میں اضافہ ہوا۔ الحمدللہ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے لائبریری کا کام شروع کیا جس میں مکتبہ دارالعرفان کی تمام کتب میسر ہیں آڈیو کیسٹ 150 کے قریب مہیا ہیں اسی طرح وڈیو کیسٹس بھی دستیاب ہیں جو ساتھیوں کو پڑھنے سننے کیلئے دی جاتی ہیں اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے توفیق دی الاخوان کا دفتر بھی قائم کیا ہم صرف تین ہی ساتھی تھے بھائی مشتاق صاحب، بھائی محمد اسلم صاحب اور میں تین چار ساتھی اور جو سلسلہ میں تو شامل نہیں ہوئے لیکن الاخوان سے دلچسپی رکھتے ہیں۔

جلسہ عام کی تیاری کیلئے حضرت مدظلہ عالی سے ملاقات کے لئے حاضر ہوا تو فرمانے لگے سب لوگ میرے پاس پیر بننے کے لئے آتے ہیں میں یہاں پیریاں بانٹنے کیلئے نہیں بیٹھا۔ محنت سے کام کرو۔ اور نتیجہ اللہ پر چھوڑ

حضرت جی نے تقریر میں ہی میرے ذہن میں پیدا ہونے والے تمام سوالات اور شکایات کا جواب دے دیا تھا۔ کہ میرا کام بندے اور خدا کے درمیان تعلق جوڑنا ہے۔

دو۔ جلسہ عام سے پہلے میں نے خواب میں حضرت مدظلہ عالی کو وضو کراتے ہوئے دیکھا۔ میری ہمشیرہ اور بیٹا دور کھڑے مجھے بلا رہے ہیں لیکن میں ان کی طرف متوجہ نہیں ہوتا۔ الحمدللہ جلسہ عام ڈھڈیال منعقدہ دسمبر 1998ء کو اس خواب کی تعبیر ملی۔ حضرت جی کے قیام کیلئے پہلے ہمشیرہ والی کوٹھی میں آپ کے آرام کا بندوبست فرمایا تھا۔ لیکن آپ کے پروگرام کی تبدیلی کی وجہ سے کہ پہلے آپ راولپنڈی سے ڈھڈیال تشریف لا رہے تھے بعد میں پروگرام چکوال سے ڈھڈیال آنے کا بنا تو نئے پروگرام کے تحت اپنے گھر میں حضرت جی کے ٹھہرنے کا بندوبست کیا۔ حضرت جی جلسہ عام سے فارغ ہو کر جب میرے غریب خانہ پر رونق افروز ہوئے تو نماز ظہر کا وقت قریب تھا آپ نے نماز کیلئے وضو فرمانے کا ارادہ فرمایا مجھ گنہگار نے حضرت جی سے فیض اٹھایا اور خواب کی تعبیر بھی سچ ہو گئی۔ جس سے میرے یقین میں مزید اضافہ ہوا۔

الحمدللہ یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل و کرم اور اُس رب کریم کی مہربانی تھی کہ جس نے جلسہ عام جیسے کام کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کا ذریعہ مجھے بنایا۔ حضرت جی مدظلہ عالی کی باتوں نے بہت عرصہ تک ڈھڈیال کی فضا میں ایک ارتعاش پیدا کئے ہیں۔ کیونکہ اس سے پہلے جو بھی سیاسی' مذہبی لیڈر آتا تھا۔ اُسکے پاس سوائے منافقت کے یا ایک دوسرے کو برا بھلا کہنے کے اور کچھ نہیں ہوتا تھا۔ حضرت جی نے تمام طبقہ فکر کے لوگوں کو ایک لڑی میں پرونے کی بات کی۔ حضرت جی کی ڈھڈیال میں آمد 53 سال میں ناقابل کاشت زمین میں ہل چلانے اور پھول کاشت کرنے جیسی تھی۔ کہ آپ نے اپنی تقریر میں پھول ہی پھول کاشت کئے۔ انشاء اللہ اس زمین سے ضرور ایک دن ایسے لوگ اُٹھیں گے جو دین کو سر بلند کرنے والے ہوں گے اور دین کے خادم ہوں گے اور اللہ اللہ کرنے والے ہوں گے۔

ہم الاخوان ڈھڈیال کے ممبران حضرت جی کی آمد کا زیادہ فائدہ نہ اٹھا سکے۔ اس میں

ہماری کمزوری، خامی اور کوتاہیوں کی وجہ تھی۔ آپ کی آمد کے بعد میرا بڑا بیٹا حضرت جی کے ہاتھ پر بیعت ہوا۔ سلسلہ عالیہ میں شمولیت کے بعد الحمدللہ ہر وقت درود شریف پڑھنے میں منہمک رہنے لگا۔ سنت نبوی ﷺ سے محبت میں اضافہ ہوا۔ داڑھی شرعی حد تک بڑھائی۔ لباس میں تبدیلی آئی۔ معاملات میں تبدیلی آئی۔ اخلاقیات میں بھی بہت تبدیلی آئی۔ والدہ کی وفات پر الحمدللہ تمام دنیاوی رسوم سے نجات ملی۔ یہ اللہ کا خصوصی کرم تھا۔ عنایت ربی تھی۔

نفاذِ اسلام کیلئے اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق اور ہمت تو تھی کہ اس نے خیمہ بستی میں پہلے دن سے آخری دن تک قیام کی توفیق عنایت فرمائی۔ ورنہ مجھ جیسے گنہگار کو یہ توقع ہی نہ تھی یہ رب ذوالجلال کی رحمت وکرم تھا۔ آپ ﷺ کی عطا تھی۔ اس نے یقین کی قوت عطا کی اور قیام کی توفیق دی۔

21 رمضان المبارک کو مجھے اپنی زندگی کا قیمتی ترین لمحہ روحانی بیعت کی صورت میں عطا ہوا۔ یہ مرشد کی نظر عنایت اور خصوصی مہربانی تھی ورنہ مجھ جیسا گنہگار اور کہاں یہ مقام اللہ اللہ۔ جب مڑ کر اپنی زندگی پر نگاہ پڑتی ہے تو سوائے شرمندگی کے اور کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ اور کہاں یہ انعام باری اس کی عطا کے فیصلے بھی عجیب ہوتے ہیں جن میں مجھ جیسے عاصی بھی پار لگ جاتے ہیں۔ اللہ رب العزت کا شکر گزار ہوں مجھے ایسی ہزار زندگیاں بھی نصیب ہو جائیں تو میں اس مرتبہ کا اہل ہی نہ تھا۔

نفاذ اسلام کیلئے ہمہ وقت یہ فکر دل میں ہوتی ہے کہ بارالہا جب بھی یہ موقع آیا تو مجھے میرے مال کو، میری اولاد کو، دین کیلئے قبول کرنا اور مجھے یہ سعادت بخشنا کہ میں نفاذ اسلام میں شہادت کا رتبہ حاصل کرسکوں اور یہ خالصتاً آپ کی رضا کیلئے ہو۔ اور ہر نماز کے بعد یہ دعا بھی ضرور کرتا ہوں کہ اے میرے رب مجھے اپنے اور اپنے حبیب ﷺ سے محبت کرنے والوں میں اٹھنے بیٹھنے کی توفیق دینا اور الحمدللہ میں خدا کو حاضر وناظر جان کر یہ کہہ سکتا ہوں کہ خیمہ بستی میں قیام کے بعد سے میرا تمام تر تعلق صرف اللہ والوں کے ساتھ ہوگیا ہے کسی اور کے پاس بیٹھنے سے دل میں ایک گھبراہٹ سی طاری ہو جاتی ہے اور کوئی طاقت مجھے وہاں سے اٹھنے پر مجبور کر دیتی ہے۔

میں اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے سلسلہ عالیہ کے ساتھ منسلک رہنے کی توفیق دے اور حضرت مدظلہ عالی سے محبت عطا فرمائے۔ اور مجھے توفیق عطا فرمائے کہ میں اُس سے روٹھے ہوئے بندوں کو اللہ تعالیٰ سے ملانے کا سبب بن سکوں۔ مجھے استقامت نصیب فرمائے۔ استقامت علی الدین عطا فرمائے اور حضرت مدظلہ عالی سے اکتساب فیض حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین اور جب بھی حضرت مدظلہ عالی نے نفاذ اسلام کیلئے طلب فرمایا تو اپنی تمام دنیاوی مصروفیات ترک کر کے حاضر ہونا سعادت سمجھوں گا۔ اللہ تعالیٰ مجھے نصیب فرمائے۔ آمین

بانی شیخ

فرمایا۔ اب یہ سعادت چودہ سو سال بعد ہمارے شیخ المکرمؒ کے حصے میں آئی اللہ کی مرضی وہ کسی کو کیا دیتا ہے۔ پوری تاریخ تصوف میں تبع تابعین کے بعد حضرت جیؒ وہ پہلی ہستی ہیں کہ جنہوں نے یہ فرمایا کہ جنہیں ظاہری تعلیم وتعلم کی ضرورت ہو۔ تو اس کے لئے علماء ہر جگہ موجود ہیں اس کے لئے میرے پاس آنے کی کوئی خاص ضرورت نہیں ہر جگہ یہ کام ہو سکتا ہے۔ میرے پاس جو بھی آئے گا۔ میں اسے روحانی تربیت سے سرفراز کروں گا اور میں یہ بھی کوشش کروں گا۔ کہ اسے میں فنا فی الرسول تک بارگاہ نبوتؐ میں پیش کرسکوں۔ پھر ہم نے یہ اپنی آنکھوں سے ہوتے دیکھا۔

ضرورت رشتہ

بیٹی عمر 24 سال (ایم اے اسلامیات)

بیٹا عمر 22 سال (BSc۔ بی ایس سی)

سعودی عرب میں ملازمت (محکمہ صحت)

ان دونوں کیلئے ارائیں فیملی سے رشتے درکار ہیں۔ بیٹے کیلئے لڑکی کم از کم BSc ہو اور بیٹی کیلئے لڑکا ایم۔ اے ہو اور عمر 30 سال سے زائد نہ ہو۔

حاجی محمد امین ٹینکی محلہ وارڈ 11 مکان نمبر 108

لالہ موسیٰ ضلع گجرات، فون 04348-510587

ضرورت رشتہ

پڑھے لکھے برسرِ روزگار (شعبہ انفارمیشن ٹیکنالوجی) راجپوت نوجوان کیلئے دیندار متوسط گھرانے سے (حافظ قرآن پاک) لڑکی کا رشتہ درکار ہے، راجپوت، شیخ، بٹ، ملک، مغل، جٹ، برادری کو ترجیح دی جائے گی۔

برائے رابطہ۔

موبائل 0320-5450532

تصوف کے ثمرات

اب آخرت جو ہے اُس کا مدار اُن قلبی تبدیلیوں اور اُن کیفیات پر ہے اس لئے کہہ دیا گیا کہ ثواب میں آخرت ملے گی ایسے آخرت نہیں ملے گی کہ یہاں بُرائی کرتا رہے وہاں آخرت مل جائے گی اس لئے کہ یہ نمازیں پڑھتا تھا۔ نماز یں پڑھتا تھا تو یہاں اُس کی حالت جب نہیں سُدھری تو آخرت میں کیا سُدھرے گی حج کئے تھے لیکن یہاں اگر اُس کی حالت حج کرنے سے نہیں سُدھری تبلیغ میں چلّے لگائے لیکن اگر یہاں اُس کا کردار نہیں سُدھرا تو اُس چلّے پر آخرت میں کیا ملے گا۔

امیر محمد اکرم اعوان
دارالعرفان منارہ، ضلع چکوال 6-7-2003

میں نے آج تک صوفیاءِ کرام کے بارے جو کتابیں پڑھی ہیں ان میں سے دو تین کتابیں یاد پڑتی ہیں مثلاً الابریز ہے اور علامہ ابن القیم الجوزی کی کتاب جو انہوں نے اپنے شیخ کے حالات کے بارے لکھی ہے یا اس طرح کی شاید چند ایک اور ہوں ورنہ صوفیاء کے ساتھ ستم ظریفی یہ ہوئی ہے کہ اُن کے حالاتِ زندگی جن لوگوں نے لکھے ہیں وہ خود بھی فنِ تصوف سے واقف نہیں تھے۔ اور اُس میں زیادتی یہ ہوئی ہے کہ جو اُن کی کرامات تھیں وہ کسی شمار میں نہیں ہیں اور لکھنے والے نے جن چیزوں کو کرامت سمجھا اور جن کی صوفیا کے نزدیک کوئی اہمیت نہیں انہیں لکھ دیا۔

مثلاً کشف کے واقعات لکھ دیئے۔ مشاہدات کی باتیں لکھ دیں یا اپنے اندازے سے یا سُنی سنائی باتوں سے کچھ کیفیات لکھ دیں تو وہ بے سروپا باتیں، نئے آنے والے لوگ جو تصوف کو سیکھنا یا سمجھنا چاہتے ہیں اُن کے لئے رکاوٹ بنتی ہیں اور اُن کے ذہن میں تصوف کا ایک الگ سا تصور اور ایک الگ سی صورتِ حال پیدا کر دیتی ہیں اور دوسرے بے شمار لوگوں کو اُس پہ اعتراض ہوتا ہے جس میں غلطی تو اُن کتابوں کے تالیف کرنے والوں کی ہے، مولفین کی ہے لیکن اعتراض صوفیا پہ اور تصوف پہ ہوتا

> ثواب کا مطلب ہے اُجرت یا اَجر اور یہ لفظ صرف عبادت کے لئے نہیں بلکہ قرآن میں کفار کے ظلم کے لئے بھی ثواب کا لفظ آیا ہے

ہے۔ صوفیا کے نزدیک کشف مشاہدات کیفیات جو ہیں اُن کی حیثیت صرف یہ ہے کہ صوفی فرماتے ہیں۔ **تلعب بها اطفال الطریقه.** کہ تصوف میں جو لوگ ابھی بچے ہوتے ہیں یا جن میں بچپنا ہوتا ہے، جن میں جوانی یا قوت یا جم کر کھڑا ہونے کی وہ صلاحیت نہیں ہوتی جو کمزور ہوتے ہیں تو انہیں بہلانے کے لئے انہیں قائم رکھنے کے لئے انہیں کھلانے کے لئے یہ کشف ومشاہدے کے کھلونے اللہ دے دیتا ہے۔ **تلعب، بها اطفال الطریقه.** کہ تصوف میں جو لوگ ابھی بچے ہوتے ہیں، جن میں بچپنا ہوتا ہے، جن میں جوانی یا قوت یا جم کر کھڑا ہونے کی وہ صلاحیت نہیں ہوتی، جو کمزور ہوتے ہیں تو انہیں بہلانے کے لئے انہیں قائم رکھنے کے لئے انہیں کھلانے کے لئے یہ کشف ومشاہدے کے کھلونے اللہ دے دیتا ہے۔ **تلعب بها اطفال الطریقه.** طریقت کے بچوں کو ان سے کھلایا جاتا ہے کہ شاید ویسے قائم نہ رہ سکیں تو اُسے کچھ مشاہدات کچھ اس طرح کی کیفیات اللہ عطا کر دیتا ہے کہ اُن کے طفیل وہ چمٹا رہتا ہے اور یہ اللہ کا ایک احسان ہے۔ ورنہ تصوف بڑا سادہ سا لفظ ہے اور قرآن حکیم کے لفظ تزکیہ کا ترجمہ ہے۔ یہ جتنی دُور کی کوڑی لائی گئی کہ یہ صوف سے بنا ہے اور صوفی چونکہ صوف کا لباس پہنتے تھے یا کسی

نے کہا کہ تصوف صفا سے بنا ہے یہ سب اندازے ہیں حق یہ ہے کہ قرآن حکیم میں جولفظ ہے۔ ''تزکیہ'' قرآن کا سب سے پہلا غیر عربی میں جو ترجمہ ہوا یا عربی کے علاوہ کسی زبان میں جو ترجمہ ہوا۔ وہ فارسی میں ہوا اور فارسی والوں نے تزکیے کا ترجمہ تصوف کیا یعنی صفائے قلب۔ تزکیے سے مراد بھی قلب کی صفائی تھی انہوں نے اُس کا نام تصوف رکھ دیا اور ہم معنی ہیں تزکیہ اور تصوف۔ تزکیہ عربی میں ہے تصوف فارسی میں ہے اور دونوں ہم معنی لفظ ہیں۔

تصوف میں کوئی نئی شریعت نہیں، کوئی نیا حکم شرعی نہیں، صوفی کے لئے کوئی خاص اجازتیں نہیں، کوئی اُس کی حدود وقیود الگ نہیں۔ ایک ہی شریعت ہے وہ کامل اور مکمل ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ نے عطا فرمائی قران ایک ہے حدیث صرف آقا نامدار ﷺ کے ارشادات ہیں اور فقہ اسلامی مدین ومرتب ہو کر چودہ صدیوں سے رائج ہے جس طرح قرآن حکیم کی کوئی زیر زبر تبدیل نہیں ہوسکتی اسی طرح کوئی فرض، کوئی سنت، کوئی واجب، کوئی مستحب تبدیل نہیں کیا جا سکتا۔ رسول اللہ ﷺ نے دنیا سے پردہ تب فرمایا جب آپ ﷺ نے مکمل دین پہنچا دیا اور اُس پر اللہ نے تصدیق کردی۔

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا. اب اِس مُہر کے بعد یہ مُہر ہے جو دینی احکام پہ لگ گئی جس کے بعد اُس میں کمی بیشی کا اختیار کسی کے پاس نہیں تو پھر تصوف کیا ہے؟۔

تصوف یہ ہے کہ ایمان اور عقیدے سے لیکر عمل تک ہر چیز دل کی گہرائی میں اُتر جائے۔ ہم مانتے ہیں، عقلاً مانتے ہیں، اللہ ہے

ہر تیسرے دن ایک عید آئی ہوئی ہوتی ہے کسی عید پہ پٹاخے چلانے جا رہے ہیں کسی پہ وہ مشعلیں جلائی جا رہی ہیں کسی پہ جلوس نکالا جا رہا ہے تو یہ ساری چیزیں جن کا حکم شریعت مطہرہ میں نہیں ہے اُس پہ کیا ثواب ملے گا۔

سُن کر مانتے ہیں، اللہ ہے پڑھ کر مانتے ہیں، اللہ ہے لیکن دل بھی مانے کہ اللہ ہے ہم عبادت کرتے ہیں ہم سمجھتے ہیں کہ یہ ہم پر فرض ہے۔ اللہ نے احسان فرمایا بزرگوں سے وراثت میں ملی کچھ پڑھا سیکھا اللہ نے توفیق بخشی ہم عبادت کرتے ہیں لیکن صرف بدن اٹھتا بیٹھتا جُھکتا رہے تو عبادت شرعاً تو ادا ہوگئی، دنیوی طور پر تو مکمل ہوگئی لیکن آخرت میں اُس کی قیمت اُس حساب سے ہوگی کہ اُس میں دل کتنا شامل تھا۔ دل کو احوال بدن میں شامل کرنے کے لئے احکام شرعی کی اہمیت کو دل میں بٹھانے کے لئے قران حکیم نے جس چیز کو خشوع وخضوع قرار دیا اور جنہیں خاشعین کا لقب عطا فرمایا۔ یہ فعل دل کا ہے اور دل میں وہ کیفیات لانے کے لئے وہ عبادت کی جائے جس میں قلب بھی شریک ہو، دل بھی شریک ہو، اور وہ کیفیت پیدا کی جائے جیسا کہ حضور ﷺ نے فرمایا۔

ان تعبدالله کانک تراہ . اللہ کے احکام اِس طرح مانو (یہ تعبداللہ سے مراد صرف نماز روزہ نہیں ہے اللہ کے ہر حکم کی تعمیل عبادت ہے) جس طرح کانک تراہ۔ جیسے وہ تمہارے سامنے ہے اور تم اُس کے روبرو اُس کے احکام کی تعمیل کررہے ہو تم اُسے دیکھ رہے ہو اور اُس کے احکام کی تعمیل کررہے ہو۔ فان لم تکن تراہ اور اگر تم میں یہ ہمت نہیں ہے کہ ایسی کیفیت پیدا کرسکو تو کم از کم درجہ یہ ہے کہ فانہ یراک تو یہ یقین کامل ہو کہ وہ مجھے دیکھ رہا ہے۔ اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ بندہ اِس یقین سے کام کررہا ہو جیسے اللہ جل شانہٗ اُسکے سامنے ہے اور یہ تو بہت بلندی کی بات ہے اگر یہ نہیں کرسکتا تو کم از کم یہ کیفیت ضرور حاصل ہوجائے کہ اللہ مجھے دیکھ رہا ہے۔

اب آپ دیکھیے کہ کسی کو یقین کامل ہو جائے اللہ مجھے دیکھ رہا ہے تو کیا وہ جھوٹ بولے گا؟ بُرائی کرے گا، چوری کرے گا؟ گناہ کی ایک

خصوصیت یہ ہے کہ ہم اُسے علانیہ نہیں کر سکتے، بندوں سے بھی چھپ کر کرتے ہیں، رات کی تاریکیوں میں کرتے ہیں تو جو کام بندوں کے سامنے نہیں ہو سکتا اگر یہ یقین ہو کہ میرا رب مجھے دیکھ رہا ہے تو گناہ سے بچنے کا سبب ہو جائے گا۔ عبادت میں ایک لذت، ایک لطف، ایک کیفیت، پیدا ہو جاتی ہے اور عبادت محض حصول ثواب کے لئے نہیں رہتی بلکہ لذتِ ملاقات کے لئے بن جاتی ہے۔

ایک تصور جو ہمیں ہمارے علماء کرام نے دیا علمائے ظواہر نے دیا (علمائے کرام میں علمائے باطن شامل نہیں ہیں) وہ یہ ہے کہ عبادت پر ثواب ملتا ہے اب کسی نے اِس کی ڈیفینیشن یا اس کا تعین نہیں کیا کہ وہ ثواب ہے کیا؟ بلکہ ہمیں اِس پر لگا دیا کہ یہ اُدھار مزدوری ہے ثواب مرنے کے بعد ملے گا تو یہ ایک بیمہ پالیسی ہوگئی اللہ کی عبادت تو نہ رہی اس کے لئے تو جب مریں گے تو پھر دیکھی جائے گی۔ تو اِس سے ہٹ کر نقد وصول کرنے کے لئے عبادت کی جائے۔ جب سامنے ہے جو نقد دے گا وہ دیکھ رہا ہے جو نقد دے گا بندے کو حکم دیتا ہے کہ پسینہ خشک ہونے سے پہلے مزدوری دے دے تو خود اُدھاری مزدوری کیوں کروائے گا۔ ثواب ہے کیا شے، قرآن حکیم نے اِس کی وضاحت کی ہے اور ثواب کا مطلب ہے اُجرت یا اَجر اور یہ لفظ صرف عبادت کے لئے نہیں قرآن میں کفار کے ظلم کے لئے بھی ثواب کا لفظ آیا ہے۔

هل ثوب الكفار ما كانوا يفعلون ٥ کافروں کو اور کیا ثواب ملے گا وہی ملے گا جو اُن کے کرتوت تھے یعنی کسی کام پر جو اَجر جو اُجرت ملتی ہے اُسے قرآن نے ثواب کہا ہے۔ عبادت پہ کیا اُجرت ملتی ہے، اب ایک نماز کو لے لیں تو قرآن کریم نے اُس میں بتا دیا۔

> **بُرائی سے رُکنا ایک قلبی کیفیت ہے تاکہ دل میں ایک ایسی حالت آجائے کہ بندے کا بُرائی کو دل نہ چاہے۔**

ان الصلوة تنهى عن الفحشاء والمنكر ٥ کہ یقیناً نماز بے حیائی سے اور بُرائی سے روکتی ہے۔ اب صلوٰۃ کے بعد بے حیائی سے رُک جانا بُرائی سے رُک جانا یہ اِس کا ثواب ہے اور اگر ایک آدمی سجدے بھی کرتا ہے بُرائی بھی کرتا ہے تو اُسے دیکھنا ہوگا کہ اُس کی عبادت میں کہیں کوئی کمی ہے کہیں کوئی خلل ہے کہیں عقیدے کا فتور تو نہیں۔ عبادت میں دو باتیں شرط ہیں پہلی بات عقیدہ دوسری بات یہ کہ وہ حکم اللہ کا ہو اور سنت نبی ﷺ کے مطابق ہو۔ حکم رب جلیل کا ہو اور اُس کی تعمیل اُس طرح کی جائے جس طرح کرنے کا طریقہ حضور ﷺ نے فرمایا دونوں میں جس جگہ کوئی غلطی ہوگی اُس پر ثواب نہیں ملے گا۔ عقیدے میں خرابی ہے ثواب نہیں ملے گا، عمل کرنے کا یا اُس کا حکم اللہ نے دیا ہی نہیں شریعت میں وہ حکم ثابت ہی نہیں اُس پر ثواب کیوں ملے گا۔ جیسے ہم نے بے شمار رسوم شادی میں اور جنازے تک میں شامل کر لی ہیں یا روزمرہ کے کھانے پینے میں یا ہر تیسرے دن ایک عید آئی ہوئی ہوتی ہے کسی عید پہ پٹاخے چلائے جا رہے ہیں کسی پہ وہ مشعلیں جلائی جا رہی ہیں کسی پہ جلوس نکالا جا رہا ہے تو یہ ساری چیزیں جن کا حکم شریعت مطہرہ میں نہیں ہے اُس پہ کیا ثواب ملے گا؟ یا اگر ہم واقعی نماز روزہ کرتے ہیں لیکن اُس طریقے سے کرتے ہیں جو حضور ﷺ نے نہیں بتایا، آپ ﷺ نے طریقہ اور بتایا ہم طریقہ اور اختیار کرتے ہیں ثواب نہیں ملے گا۔ یعنی دو شرائط ہیں کہ ایک تو عمل کرنے والے کا ایمان اور عقیدہ ویسا ہو جیسا محمد رسول اللہ ﷺ نے سکھایا۔ دوسری بات یہ ہے کہ وہ حکم اللہ کا ہو اور اُس پر عمل سنت کے مطابق کیا جائے۔ اب اگر یہ دونوں باتیں ہوں گی تو اُس پر ثواب ملے گا۔ ثواب کیا ہوگا؟ دل میں کیفیات پیدا ہوں گی۔ اب یہ بے حیائی سے

رُکنا یہ قلبی کیفیت ہے کہ دل میں ایک ایسی کیفیت پیدا ہو جائے کہ بندے کو بے حیائی پسند نہ آئے بُرائی سے رُکنا ایک قلبی کیفیت ہے تاکہ دل میں ایک ایسی حالت آ جائے کہ بندے کا بُرائی کو دل نہ چاہے اس کا مطلب ہے کہ جب عبادت اُس کے مطابق ہوگی تو قلبی کیفیات آئیں گی اور قلب میں جو تبدیلیاں ثبت آئیں گی یہ اُس عبادت کا ثواب ہے۔

اب آخرت جو ہے اُس کا مدار اُن قلبی تبدیلیوں اور اُن کیفیات پر ہے اِس لئے کہہ دیا گیا کہ ثواب میں آخرت ملے گی ایسے آخرت نہیں ملے گی کہ یہاں بُرائی کرتا رہے وہاں آخرت مل جائے گی اس لئے کہ یہ نمازیں پڑھتا تھا۔ نمازیں پڑھتا تھا تو یہاں اُس کی حالت جب نہیں سُدھری تو آخرت میں کیا سُدھرے گی حج کئے تھے لیکن یہاں اگر اُس کی حالت حج کرنے سے نہیں سُدھری تبلیغ میں چلّے لگائے لیکن اگر یہاں اُس کا کردار نہیں سُدھرا تو اُس چلّے پر آخرت میں کیا ملے گا؟

تو تصوف بنیادی طور پر عمل ظاہر کو دل کی گہرائی سے کرنے کا نام ہے۔ چونکہ یہ صفائے قلب سے متعلق ہے تو قلب جب صاف ہوتا ہے تو بنیادی طور پر یہ غلط عقائد سے تائب ہونا شروع ہو جاتا ہے۔

اللہ کریم کا احسان ہے مجھے حضرتؒ کی خدمت عالی میں پچیس برس گزارنے کی سعادت نصیب ہوئی میں نے پچیس برسوں میں حضرتؒ کو کسی حلقے کے ساتھی کو کسی کام سے روکتے یا کسی کے کرنے کا بتاتے ہوئے نہیں دیکھا۔ ورنہ تو آپؒ عالی مبلغ تھے اور اُس دور کے ملک کے مانے ہوئے مناظر بھی تھے۔ عالم بھی تھے۔ تبلیغ بھی فرماتے تھے۔ مناظرے بھی کرتے تھے۔ تصانیف بھی تھیں لیکن جو لوگ ذکر میں آجاتے تھے انہیں آپؒ کہتے کچھ نہیں تھے جوں جوں لطائف منور ہوتے تھے تو اُن کے اندر خود ایک آرزو پیدا ہو جاتی تھی کہ یہ اس طرح کے نظریات چھوڑ دینے چاہیں۔ اب ہر طرح کے لوگ آتے کسی کے عقیدے میں کتنی بدعتیں ہوتیں کسی کے عقیدے میں کتنی شدت ہوتی کوئی کسی طرح کا، کوئی کسی طرح کا، تو کبھی حضرت نے بٹھا کر کسی کو سمجھانے کی کوشش نہیں فرمائی جوں جوں دل صاف ہوتا توں توں ہر بندہ زیادتی کمی بیشی چھوڑ کر راستی پہ آ جاتا اور بالآخر درست ہو جاتا۔

جوں جوں دل صاف ہوتا ہے توں توں ہر بندہ زیادتی، کمی بیشی، چھوڑ کر راستی پہ آجاتا ہے اور بالآخر درست ہو جاتا ہے۔

تصوف کے حصول کا ذریعہ کثرتِ ذکر ہے اور کثرت ذکر کا حکم قرآن حکیم میں جگہ جگہ موجود ہے اور کثرت کا حکم دے کر اُس کی حدود متعین نہیں فرمائیں۔ حدود سے بالاتر کر دیا لامحدود کر دیا۔

اذکرو اللہ ذکرا کثیرا ○ جگہ جگہ ذکر کثیر کا حکم اور ہر حال میں ذکر کثیر کا حکم ہے فاذا قضیت الصلوۃ ○ فانتشروا فی الارض وبتغوا من فضل اللہ' واذکرو اللہ کثیرا. نماز پڑھ چکے فارغ ہو گئے جاؤ اپنی روزی، رزق تلاش کرو لیکن ذکر کثرت سے کرتے رہو۔ نماز سے ذکر کا حق ادا نہیں ہوا، ذکر کرتے رہو۔

الذین یذکرون اللہ قیاما و قعودا و علی جنوبھم. کھڑے بیٹھے لیٹے ہر حال میں جو ذکر کرتے ہیں۔ میدان کارزار میں مجاہد ہے شمشیر زن ہے آگ اور آہن سے لڑ رہا ہے تو فرمایا۔

اذا لقیتم فئۃ فاثبتوا مقابلہ آجائے جم کر لڑو و اذکرو اللہ کثیرا. ذکر کثرت سے کرتے رہو۔ یعنی یہ غفلت نہیں ہے کہ وہ آگ اور آتش کی بارش میں کھڑا ہے تو یہ تھوڑا ہی کافی ہے نہیں فرمایا کچھ بھی ہے لیکن اللہ اللہ

www.QuranTafseer.net

الحمدللہ کوشش کی گئی ہے کہ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے حوالے سے تمام کتابیں اور آڈیو ویڈیو بیانات کو آپکی سہولت کے لیے ایک جگہ پر اکٹھا کر دیا جائے اور تازہ جمعہ بیانات بھی آپ فوراسن سکیں۔ ویب سائیٹ کی اینڈرائیڈ ایپلیکیشن بھی موجود ہے

آپ اپنے اینڈرائیڈ موبائل میں پلے سٹور سرچ میں جا کر نیچے دیئے گئے الفاظ لکھ کر آسانی سے یہ ایپلیکیشن سرچ کر کے انسٹال کر سکتے ہیں۔

اس ویب سائیٹ اور ایپلیکیشن سے آپ یہ سب کچھ حاصل کر سکتے ہیں۔

1- مفسّر، مترجّم ومفکّرِ قرآن حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمۃ اللہ علیہ کی آڈیو، وڈیو اور تحریری تینوں طرح کی مکمل 30 پارہ اردو تفسیر اور مکمل 30 پارہ پنجابی تفسیر آڈیو وڈیو۔ 2- مشکوٰۃ شریف احادیث کی تشریح آسان ترین انداز میں آڈیو اور وڈیو بیانات۔ 3- اگر آپ کو قرآن ناظرہ پڑھنا نہیں آتا یا آپ نے قرآن پڑھنا بہت پہلے سیکھا مگر اب صحیح تلفظ سے نہیں پڑھ سکتے تو اب آپ دس دس منٹ کی کچھ وڈیوز دیکھ کر ناظرہ قرآن روانی سے پڑھنا سیکھ سکتے ہیں۔ 4- اس زمانہ کے سب سے مشہور 4 قاری صاحبان قاری مشری صاحب قاری السدیس صاحب قاری عبد الباسط صاحب اور قاری عادل الکلبانی صاحب کی آواز میں پورے قرآن کی آڈیوز سن سکتے ہیں۔ 5- حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمۃ اللہ علیہ کا نعتیہ کلام 6- ذکر کرنے کا ایسا طریقہ جس سے آپ کا دل اور جسم کا ہر ذرہ اللہ کا ذکر کرنے لگے مکمل تفصیلات موجود۔ 7- پچھلے دس سال کے سالانہ اور ماہانہ روحانی اجتماعات آڈیو وڈیو بیانات کا خزانہ 8- اسلامی سوال جواب ٹی وی پروگرام المرشد کی تمام آڈیوز وڈیوز۔ 9- سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کی تمام کتابیں اور 1981 سے آج تک کے تقریبا تمام المرشد میگزین پی-ڈی-ایف میں ڈاؤن لوڈ کے لیے موجود۔ جلسوں، جمعہ بیان، سالانہ، ماہانہ اجتماعات کے بیانات کی تازہ آڈیوز فوراً ایپلیکیشن اور ویب سائیٹ پر آپ سن سکتے ہیں۔ آئی فون، ونڈوز موبائل اور کمپیوٹر والے حضرات یہ سب کچھ اوپر دی گئی ویب سائیٹ سے حاصل کر سکتے ہیں۔

آپ کی سہولت کے لیے سلسلہ کی کوئی بھی کتاب یا کسی بھی پارہ کی تفسیر پی-ڈی-ایف میں آپ کو اپنے وٹس ایپ پر چاہیے ہو تو اس نمبر پر کتاب کا نام یا پارہ نمبر بتا کر اپنے وٹس ایپ سے میسج کر کے حاصل کر سکتے ہیں۔ 03235205255